احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنَیْنِ قَالُوْا وَمَا اللَّاعِنَانِ قَالَ الَّذِیْ یَتَخَلّٰی فِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ ظِلِّهِمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ دو لعنت والی چیزوں سے احتراز اور پرہیز کرو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ وہ لعنت والی کون کون سی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا (لعنت کا مستحق) وہ شخص ہے جو لوگوں کے راستے یا ان کے سایہ دار مقامات میں قضائے حاجت کرتا ہے (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یُّبَالَ فِی الْمَآءِ الرَّاكِدِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت فرمائی ہے (مسلم)

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اَتٰی بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ نَحَلْتُ ابْنِیْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَارْجِعْهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ قَالَ لَا قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِیْ اَوْلَادِكُمْ فَرَجَعَ اَبِیْ فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا بَشِیْرُ اَلَكَ وَلَدٌ سِوٰی هٰذَا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ اَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهٗ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَلَا تُشْهِدْنِیْ اِذًا فَاِنِّیْ لَا اَشْهَدُ عَلٰی جَوْرٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَا تُشْهِدْنِیْ عَلٰی جَوْرٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَشْهِدْ عَلٰی هٰذَا غَیْرِیْ! ثُمَّ قَالَ اَیَسُرُّكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا اِلَیْكَ فِی الْبِرِّ سَوَآءً قَالَ بَلٰی قَالَ فَلَا اِذًا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھ کو میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام دیا ہے۔ جو میرے پاس تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طریقہ سے (غلام) دیا ہے۔ میرے والد نے عرض کیا۔ کہ نہیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اس غلام) کو واپس لے لو اور ایک روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو بھی اسی طرح دیا ہے میرے والد نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا۔ تو اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف سے کام لو چنانچہ میرے باپ وہاں سے لوٹے اور اس عطیہ کو واپس لے لیا اور ایک روایت میں ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے بشیر کیا اس کے علاوہ تمہارے اور بھی اولاد ہے۔ میرے والد نے جواب دیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا تو کیا تم نے ہر ایک کو اتنا ہی عطیہ دیا ہے؟ والد نے کہا نہیں تو حضورؐ نے فرمایا تو اس وقت مجھ کو گواہ نہ بناؤ۔ اس لئے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا) مجھ کو ظلم پر گواہ نہ بناؤ اور ایک اور روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا) اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو پھر ارشاد فرمایا۔ کہ کیا تم کو یہ چیز پسندیدہ ہے کہ تمہاری بھلائی کرنے میں سب برابر ہوں والد نے عرض کیا جی ہاں! ضرور پسند ہے آپ نے فرمایا تو اس وقت برابری کیوں نہیں کرتے

(بخاری ومسلم)

عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی [illegible] حَبِیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ اَبُوْهَا اَبُوْ سُفْیَانَ ابْنُ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَعَتْ بِطِیْبٍ فِیْهِ صُفْرَةٌ خَلُوْقٍ اَوْ غَیْرِهٖ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِیَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَیْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَالِیْ بِالطِّیْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَیْرَ اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلَی الْمِنْبَرِ لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا قَالَتْ زَیْنَبُ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰی زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا حِیْنَ تُوُفِّیَ اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِیْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَمَا وَاللّٰهِ مَالِیْ بِالطِّیْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَیْرَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلَی الْمِنْبَرِ لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتی ہیں۔ کہ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ جس وقت ان کے والد ابو سفیان بن حربؓ انتقال فرماگئے تھے۔ تو انہوں نے (انتقال سے تین روز بعد) زرد رنگ کی ملی ہوئی خوشبو منگائی یا اس کے علاوہ اور اس خوشبو کو ایک باندی کے لگایا۔ پھر حضرت ام حبیبہؓ نے اس کو اپنے دونوں رخسار پر ملا اور پھر فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھ کو خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے سنا آپ منبر پر فرمارہے تھے کہ جس عورت کو اللہ رب العزت پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ کہ کسی میت پر تین روز سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں شوہر کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۹ر جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ
۱۲ر ستمبر ۱۹۶۹ء

جلد ۱۵
شمارہ ۱۸

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

- احادیث الرسولؐ
- اداریہ
- قبلۂ اول پر یہود کا قبضہ اور عربوں کو بدنام کرنے کی مہم
- خطبہ جمعہ
- عالم اسلام کے سینہ میں اسرائیل کا خنجر
- جامعہ مسجد شیرانوالہ میں علماء کرام کی تقریریں
- لارنس آف عریبیہ
- درس قرآن
- مجلس ذکر

اور دوسرے مضامین

مدیر مسئول:
مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر اعلیٰ:

عُلماءِ اسلام میں اختلاف پیدا کرنے کی سازش

> اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمدؐ . آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

اِن دنوں عالم اسلام جن خطرات میں گھرا ہوا ہے اور خصوصًا دنیائے عرب و بیت المقدس پر یہودیوں کے سفّاکانہ و بہیمانہ ظلم و ستم کے جو لرزہ خیز واقعات سامنے آ رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام اہلِ اسلام اپنے فروعی اختلافات مٹا کر متحد و متفق ہو جائیں اور اپنے دشمن نمبر ا کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لئے میدانِ کارزار میں کود پڑیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ یہ آرزو پوری ہوتی دکھائی نہیں دیتی ہے ۔ اور وہ طاغوتی طاقتیں جو ہمیشہ سے مسلمانوں میں تفریق و انتشار پیدا کرکے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کیا کرتی ہیں اب پھر میدان میں آ گئی ہیں اور انہوں نے اہلِ اسلام کے قبلۂ اوّل بیت المقدس اور سرزمینِ عرب کا ایک وسیع علاقہ اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور اب سامراجی طاقتوں (یہودیوں) کی ناپاک نگاہیں مکّہ معظمہ اور مدینہ طیّبہ پر لگی ہوتی ہیں۔ ایسے خطرناک اور نازک حالات میں اہلِ اسلام کو باہمدگر دست و گریباں کرانے اور ان کی وحدت و اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش صرف اس لئے ہے تاکہ مسلمان متحد و متفق ہو کر اسرائیل اور سامراج کے خلاف کوئی محاذ نہ قائم کر سکیں ۔ اور ان کی تمامتر فکری توجّہات اور عملی کوششوں کا رُخ قبلۂ اوّل اور مشرقِ وسطیٰ سے ہٹا کر اپنے پیدا کردہ فرضی مسائل کی طرف پھیر دیا جائے۔

اس حقیقت کا اظہار اب کوئی رازافشانی نہیں ہے کہ اس مقصد کے حصول اور اپنی سازش کی تکمیل کے لئے سامراجیوں اور یہودیوں نے تجوریوں کے منہ کھول دئیے ہیں اور پوری دنیائے اسلام میں کرائے کے مبلّغ بھرتی کر لئے گئے ہیں۔ خبر رساں ایجنسیاں اور اخبارات خرید لئے گئے ہیں۔ بڑے بڑے صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کی وساطت سے مذہبی، سیاسی اور مختلف دوسری تنظیموں کے رہنماؤں کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ اور انہوں نے بڑی مستعدی اور فکرمندی کے ساتھ اپنی خدمات کے جوہر بھی دکھانے شروع کر دئیے ہیں۔

حالات کی سنگینی و خطرناکیوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ علماءِ اسلام خاص طور پر طاغوتی طاقتوں کی پُرفریب چالوں اور مکروہ سازشوں کو سمجھتے، وہ فراستِ مومن سے کام لیتے لیکن انتہائی افسوس اور صدمے کے ساتھ اس بات کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے کہ پاکستان کے بعض علماء اور بعض دینی جماعتیں بھی سامراجیوں اور یہودیوں کی گہری سازش کا شکار دکھائی دینے لگی ہیں اور علماء میں خلفشار پیدا کرنے کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔

کیا ان حضرات نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ وہ علماء اسلام کے اُس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بزرگوں نے ایک دوسرے کے خلاف زبانِ طعن کبھی نہیں کھولی تھی، وہ ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور ملکی، سیاسی اور دینی مسائل باہم مشورہ سے طے کرتے تھے۔ لیکن واحسرتا! کہ آج شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری، حضرت مولانا محمد اسعد ہالیجی شریف، حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا رسول خاں، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا عبیداللہ انور اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری جیسے عظیم دینی رہنماؤں اور جلیل القدر علماء اسلام کی سیادت و قیادت کا مقابلہ کرنے، ان بزرگوں پر عدمِ اعتماد ظاہر کرنے اور عوام الناس میں ان بزرگوں کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کی ایک منظم مہم شروع ہو گئی ہے۔ ہمارے ملک میں نئی نئی جماعتوں اور تنظیموں کی پہلے ہی کون سی کمی رہ گئی تھی کہ ان حضرات کو اسے پورا کرنے کے لئے میدان کارزار میں کودنے کی زحمت گوارا کرنا پڑی۔

اور پھر—— کسی مذہبی تنظیم کے طریق کار سے اگر کسی کو کوئی اختلاف تھا تو اس کا حل یہ تھا کہ ان بزرگوں سے اس کا "تذکرہ" کیا جاتا۔ غلط طریق کار کی اصلاح کرکے علماءِ اسلام کے شایانِ شان قدم اٹھایا جاتا۔ اور کامل اتحاد و اتفاق کے ساتھ طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی ایک منظم مہم

شروع کی جاتی اور عالم اسلام کو پیش آمدہ سب سے بڑے مسئلہ "مشرق وسطیٰ و بیت المقدس پر اسرائیل" کے قبضہ و تسلط کا حل تلاش کیا جاتا۔ اپنی تمامتر صلاحیتیں اور کوششیں اسی مسئلہ پر صرف کی جاتیں۔

ہم نہایت خلوص کے ساتھ اپنے بزرگ علماء اسلام کی خدمت میں یہ گذارش کریں گے کہ خدا کے لئے وہ یہودیوں، سامراجیوں اور قادیانیوں کی گہری چالوں سے خبردار رہیں اور کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کریں جو اسلام اور اہل اسلام کی ذلت و رسوائی، غیروں کی نگاہ میں تضحیک اور ملک میں انتشار و افتراق کے بعد خانہ جنگی پر منتج ہو۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

اسرائیل کو امریکی امداد

یہودی مملکت اسرائیل نے سرکاری طور پر اعلان کر دیا ہے کہ پچاس فینٹم طیاروں کی خرید کے لئے امریکہ کو اکیس کروڑ ڈالر کا جو آرڈر دے رکھا تھا اس کے مطابق فینٹم طیاروں کی پہلی کھیپ اسرائیل پہنچ گئی ہے — امریکہ نے یہودی حکومت کو یقین دلایا ہے کہ باقی ماندہ طیارے بھی آئندہ چند ماہ کے اندر اندر پہنچ جائیں گے۔

امریکہ کا یہ اقدام مشرقِ وسطیٰ کی آگ بڑھانے کے لئے ہی نہیں بلکہ دنیائے اسلام پر تیل چھڑکنے اور ان کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے۔

اسرائیل درحقیقت امریکہ ہی کی پشت پناہی اور اس کی "ہلاشیری" کے کھونٹے پر ناچ رہا ہے۔ اسرائیل کو اقتدار کے نشے میں بدمست کرنے اور نہتے عرب مجاہدینِ اسلام پر لرزہ خیز مظالم جاری رکھنے کی ساری ذمہ داری امریکہ پر عاید ہوتی ہے اور یہی وہ سامراج ہے جو اس وقت مسلمانوں کا دشمن نمبر ا ہے، وہ دنیا سے اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتا ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ادھر یہودی اہل اسلام کے قبلہ اول مسجد اقصیٰ کو نذرِ آتش کرتے ہیں اور دوسرے روز ہی امریکہ اسرائیل کو فینٹم طیارے دینے کا اعلان کر دیتا ہے۔

امریکہ کو اس بات کا پورا پورا اعتماد ہے کہ وہ دنیا کو اپنے اشارہ ابرو پر نچا رہا ہے اور کسی شخص یا ملک میں اس کی مخالفت کی ہمت و طاقت نہیں ہے۔ اس لئے وہ اپنی طاقت و قوت کے غرور میں بدمست ہو کر جو بھی قدم اٹھاتا ہے اس کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر کسی جگہ سے صدائے احتجاج بلند ہونے کا امکان ہوتا ہے تو مختلف حیلوں اور ہتھکنڈوں سے اس کا وہیں گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے۔ کہ مسلمان آخر کب تک امریکی ہمنوائی کرتے رہیں گے اور اس کی جارحانہ پالیسیوں اور سیاسی مصلحتوں کی کی حمایت کر کے دنیا میں اس کی عزت و عظمت کو دوبالا کرتے رہیں گے

اہل اسلام کی طرف سے کسی نوعیت اور کسی انداز سے بھی امریکہ کی حمایت در اصل اسرائیل اور یہودی ڈاکوؤں اور غنڈوں کی کھلی تائید کے مترادف ہے اہلِ اسلام کو پہلے اپنے دشمن نمبر ا سے نمٹنے کے وسائل پر غور کرنا چاہیئے۔ اگر امریکہ پر کوئی ایسا دباؤ پڑ جائے تو اسرائیل کا وجود آج ختم ہو سکتا ہے۔ اور بیت المقدس سمیت عرب اسلامی ممالک یہودیوں کے قبضہ سے آج آزاد ہو سکتے ہیں۔

قبلہ اول بیت المقدس یہود کے قبضہ میں ہو اور ہم عربوں کو بدنام کرنے کی مہم چلائیں۔؟

حکیم سید محمد انور علی شاہ جالندھری کنوینر عرب ریلیف کمیٹی : ملتان

مسلمان چاہے شرق کا رہنے والا ہو یا غرب کا ہر ایک کیلئے خوشی و غمی میں شریک ہونا اور باہمی اسلامی رشتہ اخوت کو مضبوط کرنا اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے اسلام کسی مسلمان کو اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی مسلمان بھائی پر کیچڑ اچھال کر اسے بدنام کرنے کی کوشش کرے بلکہ کسی میں کوئی عیب یا نقص ہو تو حتی الامکان پردہ پوشی سے کام لیا جائے بدقسمتی سے ہم اس وقت دست و گریبان ہیں اور بعض ایکدوسرے کو بدنام کرنے میں کوشاں ہیں جس کے نتیجہ میں نوجوان طبقہ اسلامی اقدار سے بیزار ہوتا جا رہا ہے کہیں عرب مسلمان کو بدنام کیا جا رہا ہے اور کہیں اندرونِ ملک کفر کے فتوے دیئے جا رہے ہیں۔ اور کوئی کسی اِزم کے چکر میں پڑ کر پریشان ہو رہا ہے۔ یہ صورتِ حال عامۃ المسلمین کے لیئے سخت پریشانی کا سبب پیدا کر رہی ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ اسلام کے فروغ کے لیئے تمام طاغوتی قوتوں کا متحد ہو کر مقابلہ کیا جاتا لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ بے شک بے راہ روی کا مرض پھیلتا جا رہا ہے۔ لیکن ہمیں مرض سے نفرت نہیں بلکہ مریض سے نفرت ہو رہی ہے اور مرض کو دُور کرنے کے لیئے ہم فکرمند نہیں ہیں کہ یہ وقت انتہائی نازک ہے ہمیں اس وقت تمام اختلافات کو بھول کر صرف اسلام اور اسلامی اقدار کی بلندی و عظمت کے لیئے کام کرنا چاہیئے کسی کو بدنام کرنے سے نہ تو ملت کی خدمت ہے۔ اور نہ ہی ملک کی سالمیت کا ذریعہ ہے بلکہ یہ طریقِ کار ملت و مذہب کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے بیشک موجودہ عربوں نے غلطیاں کی ہیں لیکن وہ ہمارے بھائی ہیں جہاں ہمیں اپنی اصلاح کے لیئے کوشش کرنی چاہیئے وہاں بقدرِ امکان عربوں کی اصلاح کے لیئے بھی سوچنا چاہیئے محض بدنام کرنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اندرونِ ملک بھی ایک وسیع القلب مسلمان کے لیئے ضروری ہے کہ وہ تقریر و تحریر میں ایسی اعتدال پسندانہ روش اختیار کرے جس سے کسی کی ذات کو ہدف نہ بنایا جائے گزشتہ دنوں عراق کے جناب ساطع الجمیلی نے ملتان کا دورہ کیا ان کی تقاریر و خطابات سے بعض افراد کو شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہیں۔ اور کہا جا رہا ہے کہ وہ عربوں کو بدنام کرنے کے لیئے پاکستان آئے تھے ظاہراً وہ عربوں کی مذہبی بیزاری اور اشتراکیت پسندی پر تبصرہ کر رہے تھے۔ لیکن اس میں عربوں کی بدنامی کا پہلو بھی نکلتا تھا جس سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ جناب ساطع الجمیلی محض کسی غیر ملکی اشارے پر کام کر رہے ہیں تمام مسلمانوں کی یہ ذہنی پریشانی دور کرنے کے لئے میں نے مفتی محمود صاحب سے کہا تھا کہ وہ ساطع الجمیلی سے بالمشافہ گفتگو کریں تاکہ یہ الجھن ختم ہو جائے جب ساطع الجمیلی صاحب سے رابطہ پیدا کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بوجہ علالت کسی گفتگو میں شرکت نہیں کر سکتے۔! اور پھر وہ جلد ملتان سے چلے گئے۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

۲۲ر جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۵ر ستمبر ۱۹۶۹ء

افراد اور قومیں صدق و امانت کی صفات سے متمیّز ہوتی ہیں

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہٗ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۝ (مومنون)

ترجمہ: اور جو اپنی امانتوں اور وعدے کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ایمان لمن لا عھد لہٗ ولا دین لمن لا امانۃ لہٗ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا ایمان نہیں جس میں وعدہ کا اہتمام نہ ہو اور اس شخص کا بھی ایمان نہیں جس نے امانت کو پورا نہیں کیا۔

بزرگانِ محترم! مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث مقدسہ کی تلاوت سے آپ نے اندازہ فرما لیا ہوگا کہ میں امانت و دیانت کے بارے میں معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں اور یہی وہ اوصاف ہیں جن سے افراد اور قومیں اپنی حیاتِ اجتماعی میں دوسروں سے متمیّز ہوتی ہیں۔

چنانچہ مذکورہ بالا آیت میں اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد سے خبردار ہیں دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی میں اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اس میں کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پختگی نہیں۔

عزیزانِ گرامی! فرمانِ خداوندی اور ارشادِ نبوی ؐ میں نہایت مختصر مگر جامع انداز میں ہر مسلمان کو صداقت اور دیانت کے اپنانے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

نیز قرآن عزیز نے جہاں مومنینِ کاملین اور متقین کے اُن اوصاف کا تذکرہ کیا ہے جو حصولِ جنت کا ذریعہ بنیں گے وہاں امانت اور دیانت کو ان کا لازمی شیوہ بنایا ہے اور بندوں کے حقوق میں خیانت اور بدعہدی کو ایمان کی ضد قرار دیا ہے۔

حکیمِ کائنات مفخرِ موجودات سیّدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اقوالِ مبارکہ اور ارشاداتِ عالیہ میں ایفائے عہد کو ایمان، بدعہدی کو بے ایمانی، امانت کو دین کی اساس اور خیانت کو بے دینی ٹھہرایا ہے۔ مزید برآں حقیقت بھی یہی ہے کہ قوموں اور ملکوں کی عزت اور عظمت کا نشان یہی دو خوبیاں ہوتی ہیں۔ جو قومیں ان اوصاف سے عاری ہوتی ہیں دنیا کا ہر انسان ان قوموں کو ناقابلِ اعتبار اور دنیا کی ذلیل ترین قوم شمار کرتا ہے۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اپنی نبوّت کی تصدیق میں جو پہلی دلیل پیش فرمائی وہ صداقت و امانت ہی سے متعلق ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی قوم سے سوال کیا:۔

هل وجدتمونی صادقًا او کاذبًا۔

لوگو! میں نے اپنی عمرِ عزیز کے چالیس سال تم میں گذارے ہیں۔ تم میرے بچپن، میری جوانی اور اس چالیسویں سال تک پہنچنے کے شاہد ہو۔ میری یہ ساری زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح تمہارے سامنے ہے اور تم اس سے پوری طرح واقف ہو — چنانچہ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ میں سے کوئی میرے قول و فعل میں تضاد، جھوٹ یا بددیانتی ثابت کر سکتا ہے؟

اے میرے قریشی بھائیو! سچ سچ بتاؤ تم نے مجھے اس تمام عرصہ میں کیسا پایا؟ سچا یا جھوٹا؟ اس پر تمام اہل قریش بیک زبان پکار اٹھے کہ ہم نے آپ کو زندگی کے ہر گوشے میں صادق و امین پایا ہے اور ہم آپ کی دیانت و امانت اور صداقت کے پورے شاہد ہیں۔ آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے کبھی جھوٹ کا صدور نہیں ہوا۔ اور نہ ہی آپ نے کبھی کسی سے کسی قسم کی خیانت کی ہے۔

یہ تھا ان لوگوں کا جواب جنہوں نے حضور علیہ السلام کا بچپن، آپؐ کی جوانی اور آپؐ کی عمر مبارک کو ڈھلتے دیکھا تھا اور جو آپؐ کی تمام زندگی کے قریبی اور عینی شاہد تھے۔

برادرانِ عزیز! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت و دیانت کا جو معیار مقرر فرمایا اس کو زندگی بھر بدرجہ اتم نبھایا۔ آپؐ نے دنیا کے اُن فلاسفروں کی طرح جنہوں نے فلسفۂ اخلاق پر لاکھوں صفحات کالے کر کے ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیئے صرف زبانی دعوے نہیں فرمائے بلکہ جو فرمایا اس پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آپؐ کی زندگی کے کسی حصّے پر آپؐ کے دشمنوں کو بھی انگشت نمائی کی کبھی ہمت نہیں ہوئی۔

سیرت کی کتابیں گواہ ہیں کہ جب ابوسفیان نے مشرکینِ مکّہ کے نمائندہ کی حیثیت سے ہرقلِ روم کے دربار میں پیش ہوئے تو اس وقت وہ آپ کے بدترین دشمن تھے۔ لیکن ہرقل روم کے سوال کے جواب میں کہ کیا نبیٔ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں کبھی جھوٹ بھی بولا ہے۔ ابوسفیان صرف یہی جواب دے سکے کہ آپؐ نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا ——

ابوسفیان بعد میں کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی جھوٹ مجھے اس وقت فائدہ دے سکتا تھا تو وہ یہی تھا کہ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر الزام لگا دیتا۔ لیکن میرے ضمیر نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں جھوٹ بولوں اور ایک پاکیزہ و معصوم وجود پر الزام واتہام تراشی کا مرتکب قرار پاؤں۔

صفتِ صدق

اللہ رب العالمین نے قرآنِ عزیز میں صفتِ صدق کو بے حد پسند فرمایا۔ اور اس کے برعکس کذب کو موجبِ لعنت ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ یہ ارشادِ باری ہر مسلمان کی زبان پر اکثر سنا جاتا ہے:-

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

خبردار جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے

عزیزانِ گرامی! آپ نے دیکھا ہے کہ دنیا میں ہر حکومت اور دربار کی طرف سے حسن کارکردگی کی بناء پر منتخبہ افراد کو مختلف تمغہ جات اور القابات تقسیم ہوتے ہیں اور ان تمغوں میں سے بعض تمغہ جات اور القابات خصوصی امتیاز کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح دربارِ نبوت سے بھی صحابۂ کرام رض کو خصوصی القابات سے نوازا جاتا تھا۔ کسی کو غنی کا لقب دیا جاتا، کوئی مولا اور "سیف من سیوف اللہ" کے لقب سے نوازا جاتا، کوئی فاروق کا مقدس لقب پاتا اور کوئی "امین الامت" کے مبارک نام سے پکارا جاتا اور کسی کو "اسد اللہ" کے القاب سے یاد کیا جاتا۔ غرضیکہ لسانِ نبوت سے مختلف القابات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں صادر ہوتے لیکن ان تمام القابات میں سب سے بلند "صدیق" کا لقب تھا جو افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملا۔ اور اس سے صفتِ صدق کی شان ہویدا ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

الصدق ینجی والکذب یھلک

سچ نجات کا سبب ہے اور جھوٹ ہلاکت کا سرچشمہ۔

اس نجات کا نقشہ قیامت کے دن جس طرح ظاہر ہوگا اس کی تصویر کشی قرآن عزیز ان الفاظ میں کرتا ہے:-

هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

یہ دن ہے آوے گا سچوں کو ان کا سچ۔ ان کے لئے باغ ہے جس کے نیچے نہریں بہتی رہا کریں گی اور ان سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ پر راضی ہوئے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اندازہ فرمائیے! یہاں اللہ رب العزت نے نجاتِ اخروی اور فلاحِ دارین کا وسیلہ سچ اور صرف سچ کو فرمایا ہے۔ پس جھوٹ اور کامل ایمان کا ایک جگہ جمع ہونا ناممکن ہے۔

عزیزانِ محترم! ان معروضات کے بعد اب اللہ رب العزت کا خود اپنی ذاتِ بے مثال کے متعلق ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں:-

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝

اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ سچ بولتا ہے۔

غور فرمائیے! اللہ جل شانہٗ نے صفتِ صدق اپنے لئے سب سے زیادہ پسند فرمائی ہے چنانچہ تخلقوا باخلاق اللہ کے تحت مسلمانوں کی عادات بھی سنتِ الٰہی کی مظہر ہونی چاہئیں اور انہیں صداقت شعار اور امانت دار ہونا چاہئے۔

لیکن کس قدر بدقسمتی کی بات ہے کہ آج کل سچ اور امانت داری کی صفات سے مسلمان عاری ہوتے چلے جاتے ہیں اور جو صفات ان کا طغرۂ امتیاز تھیں اُن سے یکسر جدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے چند برس پیچھے کو پلٹ جائیے۔ یہاں اس ملک میں ہندو کھتری دکاندار ہوا کرتے تھے اور مسلمانوں سے سخت تعصب رکھتے لیکن چھوٹے بچے ان کی دُکانوں پر سودا لینے جاتے تو ان سے جھوٹ یا چوری کا جرم سرزد ہو جاتا تو ان کی زبان سے مسلمان بچوں کے لئے برملا اور بے ساختہ یہ الفاظ ادا ہوجاتے تھے۔ "مسلمان ہو کر جھوٹ بولتے ہو؟ مسلمان ہو کر چوری کرتے ہو؟" یعنی آج سے بیس برس پہلے مسلمانوں کا دشمن کھتری بھی یہ سمجھتا اور باور کرتا تھا کہ مسلمان اور جھوٹ، مسلمان اور بددیانتی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ مگر آج حالات یکسر بدل چکے ہیں بلکہ الٹا یوں کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان اور سچ یا مسلمان اور ایمانداری ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالےٰ ہماری اس حالتِ زار پر رحم فرمائے اور ہمیں اپنے فضل سے زندگی کے تمام معاملات اور تمام گوشوں میں صدق و امانت کی صفات سے بہرہ ور کرے۔ آمین!

بقیہ: قبلۂ اول بیت المقدس . . . .

(صفحہ ۴ سے آگے)

اس وقت غیرملکی اثرات نے ہر اسلامی ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان غیرملکی نظریات و اثرات کو ختم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ عرب ہمارے بھائی ہیں اِن کی امداد ہمارا اخلاقی اور قومی فرض ہے کیوں کہ اس وقت عرب کا مقابلہ اسرائیل جیسے بدترین دشمن سے ہے۔ جب مسلمانوں کا قبلۂ اول — بیت المقدس یہودیوں کے ناپاک قدموں کی آماجگاہ بن چکا ہو۔ اس وقت عربوں کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا اور عربوں کی امداد سے منقطع ہو جانا ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک سانحہ سے کم نہیں ہے۔

واہ کینٹ میں

درسِ قرآن وحدیث کی

پانچویں سالانہ تقریب

انشاء اللہ اتوار ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۶۹ء صبح ۹ بجے منعقد ہوگی۔ تفصیلی اعلان عنقریب کر دیا جائے گا۔ احباب تاریخ نوٹ فرمالیں۔ احقر محمد عثمان غنی

منتظم درسِ قرآن وحدیث ۱۹E/۱۰۱ واہ کینٹ

علامہ خالد محمود کی تشریف آوری

پاکستان کے ممتاز عالمِ دین علامہ خالد محمود صاحب ایم، اے چندسال انگلستان میں قیام کرکے واپس پاکستان تشریف لے آئے ہیں۔ آپ سنت نگر لاہور میں قیام پذیر ہیں۔

صدمہ

کتب خانہ صدیقیہ کے مالک الحاج علی شیر نائب امیر جمعیۃ علماءِ اسلام خانیوال کے والد محترم مورخہ ۹/۹/۶۹ء بروز جمعرات ½-۱۰ بجے رحلت فرما گئے۔ مرحوم بڑے دیندار اور متقی مسلمان تھے۔ خداوند قدوس مرحوم کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

عالمِ اسلام کے سینہ میں اسرائیل کا خنجر

یہودیوں نے سرزمین فلسطین کو کیوں منتخب کیا؟

محمد شفیق عالم جامعۃ الفلاح اعظم گڈھ

یہود آج پورے فلسطین پر قابض ہیں۔ اور اسرائیل کا خنجر عالم اسلام کے قلب میں پیوست ہے۔ یہ فلسطین وہ جگہ ہے جو ہمیشہ سے انبیاء کا مسکن رہی ہے۔ لیکن آج یہی فلسطین یہود کے ناپاک قدموں تلے روندا جا رہا ہے۔ صیہونی بربریت کھل کر سامنے آگئی ہے اور عالم اسلام کو یہ چیلنج کر رہی ہے۔ کہاں ہیں اسلام کے ماننے والے؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو خود کو اسلام کے داعی اور محمدؐ کے پیرو کہتے ہیں؟ خود کو مسلمان کہنے والے آج ہمارے سامنے آئیں۔ اور ہم سے مقابلہ کریں۔

آپ جانتے ہیں، آپ کو یہ چیلنج کس نے دیا آپ کو چیلنج کرنے والی یہ وہ قوم ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔

ان پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی گئی ہے، اور یہ خدا کا غضب لے کر پلٹے۔

دوسری جگہ اس قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ

غور کیجیے یہ وہ قوم ہے جس پر اللہ کا غضب مسلط کر دیا گیا ہے لیکن آج یہی قوم ہم مسلمانوں کو جو پوری دنیا میں تراسی کروڑ کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں چیلنج کر رہی ہے اور اس کا ہم بھرپور جواب نہیں دے سکتے۔ یہ قوم دن بدن شیر ہوتی جا رہی ہے اور یہی نہیں کہ صرف فلسطین اور بیت المقدس پر اس نے غاصبانہ قبضہ جما لیا ہے بلکہ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ نیل سے فرات تک کا علاقہ اس کا موروثی ہے اور اس کی نظریں مدینۃ النبی پر بھی گڑی ہوئی ہے۔

یہود نے اپنی قومی تنظیم اور ملکی استحکام کے لئے ملک فلسطین ہی کو کیوں اختیار کیا اور انہوں نے کسی دوسری جگہ کو یہودی ریاست کے قیام کے لئے کیوں منتخب نہ کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ توریت کا مطالعہ کرنے والوں کی نظر سے یہ پوشیدہ نہیں کہ کنعان یعنی فلسطین کو توریت میں جگہ جگہ میراث کا ملک کہا گیا ہے اور اسی وجہ سے یہود کا دعویٰ ہے کہ نیل سے فرات تک کا علاقہ جس میں فلسطین اردن، لبنان، شام، عراق، کویت ترکی کا کچھ علاقہ سعودی عرب کا مدینہ منورہ تک کا علاقہ شامل ہے۔ یہ سب ان کا میراث کا ملک ہے۔ چنانچہ توارت کی پہلی کتاب پیدائش میں ہے۔

"اور خداوند نے ابرام (ابراہیم) سے کہا کہ تو اپنے ملک اور اپنے قرابتیوں کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس ملک میں جو تجھے دکھاؤں گا نکل چل..... سو ابرام خدا کے کہنے کے موافق روانہ ہوا اور لوط بھی..... تو وہ ملک کنعان میں آئے..... اس وقت ملک میں کنعانی تھے تب خداوند نے ابرام کو دکھائی دے کر کہا یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا۔"

(ب ب ۱۵ - ۷)

آگے چل کر میراث کے ملک کی حدود یوں بیان کی ہے۔

"اس دن خداوند نے ابرام سے عہد کرتے ہوئے کہا کہ میں تیری اولاد کو یہ ملک دوں گا۔ مصر کی ندی سے بڑی ندی تک جو فرات کی ندی ہے۔"

(ب ب ۱۵ - ۱۸)

اولادِ ابراہیمؑ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے میراث کا ملک ابراہیم اور ان کی اولاد ہی کو دینے کا وعدہ کیوں کیا۔ آخر ان کے اندر کیا خصوصیات تھیں جن کی بناء پر خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ کہا کہ میں یہ زمین تیری اولاد کو دوں گا۔ توارت کی متعدد عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے یہ میراث کا ملک ابراہیمؑ اور ان کی اولاد کو دینے کا وعدہ صرف اس لئے کیا کہ حضرت ابراہیمؑ متقی اور اپنے رب کے مطیع و فرمانبردار تھے اور ان کی اولاد کو بھی یہ سرزمین اسی شرط پر دینے کا وعدہ کیا کہ وہ مطیع اور فرمانبردار رہیں گے۔ چنانچہ توارت میں ہے۔

"جب ابرام ننانوے برس کا ہوا، تب خداوند ابرام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدائے قادر ہوں تو میرے حضور میں چل اور کامل ہو، اطاعت و بندگی میں کامل ہوں اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی پشت در پشت کے لئے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہے کرتا ہوں کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہوں گا۔"

(باب ۱۷، ۱ - ۷ - ۸)

ان آیتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس نے ابراہیم اور ان کی اولاد کو ملک کنعان دینے کا وعدہ اس لئے کیا تھا تاکہ وہ خدا کے حضور میں چلیں اور کامل ہوں۔ آگے چل کر خدا حضرت اسحٰقؑ ..... سے خطاب کرکے فرماتا ہے۔

"اور یہ سب ملک تیری نسل کو دونگا اور زمین کی سب قومیں تیری نسل سے برکت (ہدایت) پائیں گی۔ اس لئے کہ ابراہام نے میری آواز کو سنا اور میری تاکید، احکام، قوانین اور شریعت کی نگہداشت کی۔"

(باب ۲۶ - ۴ - ۵)

اس کے بعد وہ زمانہ آتا ہے جب حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے پاس مصر میں جاکر بس جاتے ہیں اور بعد میں بنی اسرائیل فرعون کے مظالم کا شکار ہوتے ہیں۔ پھر اللہ حضرت موسیٰ کو مبعوث فرماتا ہے اور ان سے کہتا ہے۔

"سو تو بنی اسرائیل سے کہہ کہ میں خداوند ہوں اور میں تمہیں مصریوں کی غلامی سے چھڑا لوں گا..... اور میں تمہیں اپنی قوم کروں گا، اور میں تمہارا خدا ہوں گا۔"

(خروج باب ۶ - ۶ - ۷)

خدا تعالیٰ نے اس وقت بنی اسرائیل سے یہ کہا کہ میں تمہیں اپنی قوم کروں یعنی ایسی قوم بناؤں گا، جو میرے دین کی اقامت کے لئے وقف ہوگی اور بنی اسرائیل نے خدا سے یہ عہد بھی کیا تھا کہ وہ اس کے دین کو زمین پر قائم کریں گے اور اسی کے دین کے پیروکار رہیں گے۔ چنانچہ عہد نامہ عتیق کی تیسری کتاب احبار میں ہے۔

"پھر خدا نے موسیٰ کو خطاب کرکے کہا کہ بنی اسرائیل سے خطاب کر اور انہیں کہہ کہ میں خداوند کریم تمہارا خدا

ہوں ، تم مصر کی سرزمین کے سے کام جس میں تم رہتے تھے ، نہ کیجیو۔ اور تم زمین کنعان کے سے کام جہاں میں تمہیں لئے جاتا ہوں مت کیجیو اور تم ان کی رسموں پر مت چلیو، تم میرے احکام و قوانین کو یاد کرو اور ان پر عمل کرو کہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں" (ب ب ۱۸۔ آ تا ۴)

تورات کے ان حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ملک کنعان کا مالک بنانے کا وعدہ اس شرط پر کیا تھا کہ وہ اللہ کے دین کی پیروی کریں گے۔ متقی اور پرہیزگار رہیں گے۔ کنعانیوں اور مصریوں کے سے کام نہ کریں گے۔ یہ ہے میراث اور میراث کے ملک کی حقیقت جس کا تذکرہ ہمیں توریت میں ملتا ہے اور جسے دلیل بنا کر آج یہود فلسطین اور سرزمین عرب کو اپنے قبضہ میں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہود کی تباہی

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد وہ زمانہ آتا ہے۔ جب یہود بابلیون اور بخت نصریوں کے ہاتھوں بُری طرح تباہ ہوتے ہیں اور بخت نصر انہیں بابل میں قید کرتا ہے جسے بابل کی اسیری کا زمانہ کہتے ہیں۔ بابل میں اسیری کے زمانہ میں یہود کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے اور وہ پراگندہ ہو جاتے ہیں لیکن اللہ انہیں پھر ایک بار سنبھلنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اور خسرو انہیں بابل کی اسیری سے رہا کرتا ہے۔ اور یروشلم اور فلسطین میں بسنے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اس بار بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور آخرکار دوبارہ فلسطین سے نکال باہر کئے جاتے ہیں اور پھر انہیں دوبارہ فلسطین میں پاؤں جمانے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ اور ڈیڑھ ہزار سال اِدھر اُدھر منتشر رہنے کے بعد اب بیسویں صدی میں امریکہ، برطانیہ اور روس کی مدد سے سرزمین مقدس میں اپنا پنجہ جمانے میں کامیاب ہو رہے ہیں اور دنیا کے مسلمانوں کی قوت کو چیلنج کر رہے ہیں۔

یہ تو ہوئی یہود کے میراث اور ان کے ماضی کی داستان۔ اب آئیے موجودہ دَور کا جائزہ لیں۔ اس دَور میں سب سے پہلے یہود کے اندر قومی وطن کا تصور ..... انیسویں صدی کے آخر میں پیدا ہُوا۔ سب سے پہلا شخص جس نے قومی وطن کا تصوّر پیش کیا موسیٰ ہیں MOSES HESS ہے۔ لیکن چونکہ اس نے کسی الگ وطن کے وجود پر زور دینے کے بجائے محض قومیت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی، اس لئے یہود کی نظر میں اس کو کوئی اہمیت حاصل نہ ہوئی۔ البتہ لیو پنسکر LEAW PINSKER کو صیہونی لٹریچر میں خاص مقام حاصل ہے۔ کیونکہ اس نے قومیت سے آگے بڑھ کر یہودی وطن کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ یہودی بذات خود ایک مستقل قومی وجود کے حامل ہیں۔ انہیں کسی دوسری قوم میں مدغم نہیں کیا جاسکتا اس نے محض نظریہ پیش کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ اس سلسلہ میں عملی کوشش بھی جاری رکھی اور پہلی یہودی نیشنل کانفرنس اس کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس کے چند سال بعد روس میں یہود کی ایک تنظیم قائم ہوئی جس کا مقصد "ایک ہمارے وطن" کا تصوّر تھا اس تنظیم نے باقاعدہ فلسطین کو اپنا وطن قرار نہیں دیا تھا لیکن "یہودی ریاست" کے مصنف ایک یہودی نے واضح الفاظ میں فلسطین کو یہود کا وطن قرار دیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے ۱۸۹۷ء میں بسیل میں لادینی سیاسی قومی تحریک کی بنیاد ڈالی تھی جو ۴۸ء میں اسرائیل کے قیام تک پہنچتے پہنچتے مذہبی دیوانگی کی شکل اختیار کر گئی۔ اور عالم اسلام کے دل میں اسرائیل کا بدنما داغ لگ گیا۔ یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہود نے صرف اپنی طاقت اور اپنے بل بوتے پر اسرائیل کے قیام کو ممکن کر دکھایا یا اس میں دوسری قوموں کا بھی ہاتھ ہے۔ اگر حالات کا جائزہ لیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہود نے محض اپنی قوت سے اسرائیل کو وجود نہیں بخشا بلکہ برطانیہ، امریکہ اور پوری عیسائی قوم نے اسرائیل کے قیام میں یہود کی پشت پناہی کی اور روس نے بھی جو بظاہر اس سے الگ معلوم ہوتا ہے۔ اسرائیل کے قیام میں یہود کی مدد کی ہے۔

برطانیہ کا رویّہ

برطانیہ کا رویہ (ROLE) اس سلسلہ میں کیا ہے؟ یہ اعلان بالفور کے نام سے موسوم فیصلہ سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ یہی وہ اعلان ہے جس نے صیہونیت کے لئے ایسا سنگ بنیاد فراہم کر دیا جس کے ذریعہ یہود نے مسلمانوں کے علاقہ میں اقتدار حاصل کر لیا۔ یہ اعلان بالفور کیونکر وجود پذیر ہُوا۔ یہود اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ ایک قومی وطن کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک دوسری ابھرتی ہُوئی قوموں کو سہارا نہ لیا جائے، اس کے لئے انہوں نے جرمنی کو زیادہ مناسب سمجھا۔ کیونکہ اس وقت یہی سب سے بڑی طاقت سمجھا جاتا ہے اور یہود کو یہ امید تھی کہ اگر جرمنی جنگ عظیم اول میں کامیاب ہو گیا تو وہ ان کی مطلب براری کرے گا۔ لیکن شومئی قسمت سے ان کی یہ کوشش ناکام ہوئی اور ۱۹۱۶ء میں عالمی صیہونی تنظیم نے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے دوسروں کا سہارا لینا شروع کیا۔ اور ایک میمورنڈم تیار کیا جس میں برطانیہ سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ صیہونیت کی پشت پناہی کرے برطانیہ نے اعلان بالفور کے ذریعے فلسطین پر یہود کے ..... دعوے کو تسلیم کر لیا اور ایک خفیہ معاہدے کے ذریعے یہ طے کیا گیا کہ عالمی یہودیت اتحادی طاقتوں کی حمایت اور مدد کرے گی۔ چنانچہ فلسطین رائل کمیشن کی ۳۷ء کی رپورٹ میں برطانیہ کے وزیراعظم کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

> "صیہونی لیڈروں نے ہم سے واضح طور پر یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اتحادی طاقتیں فلسطین میں یہود کے قومی وطن کے قیام کے لئے سہولتیں اور آسانیاں فراہم کرنے کا عہد کریں گی تو وہ اتحادیوں کی فتح و نصرت کے لئے تمام یہودیوں کے جذبات خیر سگالی اخلاقی تائید اور مادی تعاون حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا"

یہود کے فلسطین پہ دعوے کو قبول کرکے برطانیہ نے ان کی حمایت حاصل کر لی۔ برطانیہ نے یہود کی حمایت اس لئے بھی کی کہ ویزمین جو ایک یہودی کیمسٹ اور سرکردہ لیڈر تھا۔ اس نے بارود میں استعمال ہونے والے ایک اہم کیمیاوی جزء کی تیاری اور استعمال کے لئے ایک نہایت ہی مفید طریقہ دریافت کیا تھا۔ اور اس نے برطانیہ کی مدد کی تھی چنانچہ برطانیہ نے ایک یہودی کے احسان کا بدلہ پوری قوم کو اس طرح دیا جس سے وہ ہمیشہ کے لئے برطانیہ کی ممنون ہوگئی۔

وہ اعلان جسے اعلان بالفور کہا جاتا ہے اور جو اسرائیل یہودی ریاست کے قیام کا سبب بنا، اس پر بھی ایک نظر ڈالتے چلئے۔ ۲۔ نومبر ۱۹۱۷ء کو برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بالفور نے ایک مشہور یہودی لیڈر روتشیلڈ کو خط لکھا:

"ڈیر لارڈ روتشیلڈ:

میں انتہائی مسرت کے ساتھ ہز میجسٹی کی حکومت کی طرف سے حسب ذیل اعلان آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں جس میں یہودی صیہونی جذبات کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا ہے اور کابینہ میں پیش کرکے اس کی توثیق حاصل کی جا چکی ہے۔

ہز میجسٹی کی حکومت فلسطین میں یہود کے لئے ان کے قومی وطن کے قیام کے حق میں ہے اور وہ اس مقصد کے حصول کے لئے پوری کوشش کریگی ہاں یہ واضح رہے کہ کوئی ایسا اقدام نہ کیا جائے گا جس سے فلسطین میں آباد یہودی اقوام کے مذہبی اور سول حقوق پر آنچ آئے یا جس سے کسی بھی ملک میں یہود ..... کے حقوق اور ان کی سیاسی حیثیت متأثر ہوئی ہو۔ میں آپ کا بیحد ممنوں ہوں گا اگر آپ اس اعلان کو صیہونی فیڈریشن کے علم میں لے آئیں گے۔"

اگرچہ اس اعلان کو صرف برطانیہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس اعلان میں تمام اتحادی طاقتیں شامل ہیں اور یہ ان

کے علم اور توثیق کے بعد جاری کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس اعلان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک مصنف کہتا ہے۔

"یہی وہ اعلان ہے جس کے نتیجہ میں جنگ عظیم اوّل کے بعد فلسطین میں آباد صرف ۲۶۰۰۰ ہزار یہودی جو منتشر دیہاتوں میں۔ جن کی تعداد دو درجن سے زیادہ نہ تھی آباد تھے، دیکھتے دیکھتے سات لاکھ کی ایک منضبط اور خوش حال قوم میں تبدیل ہوگئے اور پھر انہوں نے ۱۹۴۸ء میں عربوں کی متحدہ طاقت کو شکست دے دی"

فلسطین پر قبضہ

برطانیہ اور یہودی لیڈروں کی یہ ساری کوششیں اس لئے تھیں تاکہ دنیا میں منتشر تمام یہود عوام کو ان کے میراث کے ملک فلسطین میں بسایا جائے لیکن یہود عوام کا اس سلسلہ میں کیا رویہ رہا۔ ایک یہودی مصنف کہتا ہے کہ فلسطین جانے کے سلسلہ میں یہود اس درجہ سرد تھے کہ صیہونی لیڈروں کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں فلسطین میں ان کے مجوزہ "قومی وطن" کا بھی وہی حشر نہ ہو جو اس سے قبل جنوبی امریکہ میں ارجنٹائن کے علاقے میں ایک ایسے ہی "قومی وطن" بنانے والے پروگرام کا ہو چکا ہے۔ متفقہ طور پر تمام یہودی مصنفین کا یہ خیال ہے کہ اگر ہٹلر نے جرمنی میں وہ کچھ نہ کیا ہوتا جو اس کی طرف منسوب ہے تو ارجنٹائن کی تاریخ دہرائی جا چکی ہوتی۔ گویا یہودی عوام اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر فلسطین میں جا کر بسنے کے لئے تیار نہیں ہیں، بلکہ صیہونی تحریک انہیں زبردستی ترکِ وطن کرکے فلسطین میں آباد ہونے پر مجبور کر رہی ہے۔

یہ تو ہُوا یہودی "قومی وطن" کے سلسلے میں برطانیہ کا رول۔ امریکہ کا رویہ بھی اس سے کم گھناؤنا نہیں۔ مسئلہ فلسطین سے سب سے پہلے امریکہ کو ۱۹۱۹ء میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ اس سال امریکہ کے صدر ولسن نے فلسطین اور یہودیوں کے معاملات کو سمجھنے کے لئے کنگ کرین کمیشن ترتیب دیا تاکہ فلسطین کے حالات و کوائف کا مطالعہ کرے اور اس کی رپورٹ پیش کرے۔ اس کمیشن نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے: کہ یہودی قوم کے لئے "قومی وطن" کے قیام کے یہ معنی نہیں ہیں کہ فلسطین کو ایک یہودی ریاست بنایا جانا مقصود ہے اور یہ کہ اگر اس قسم کی کوئی ریاست قائم کی گئی تو پہلے سے موجود غیر یہودی اقوام کے مذہبی اور انسانی حقوق کی پامالی ہوگی۔ لیکن یہ اور اس قسم کے وعدے طاق پر دھرے رہ گئے اور امریکی صدر ٹرومین نے اٹلی کے وزیراعظم پر یہ زور ڈالا کہ یہودیوں کے فلسطین میں آباد ہونے کے لئے ایک لاکھ سرٹیفکیٹ جاری کر دیئے جائیں اور جب امریکی یہودیوں کو اس کا علم ہوا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ ٹرومین نے یہود نوازی اور عربوں کی حق تلفی میں اتنا گھناؤنا رول ادا کیا کہ خود..... امریکہ کے سنجیدہ لوگ چیخ اُٹھے۔ یہاں تک کہ یہودی مصنف للنتھال تک تڑپ اُٹھا اور ٹرومین کے کردار سے حسب ذیل الفاظ میں پردہ اٹھایا ہے وہ لکھتا ہے:

"اقوام متحدہ میں مسئلہ فلسطین پر رائے شماری سے ایک ہفتہ قبل ڈاکٹر ویزمین نے صدر ٹرومین سے ملاقات کی تاکہ صیہونی محاذ کو مزید تقویت پہنچانے کے لئے راستے ہموار کئے جاسکیں۔ چنانچہ اس نے اس ملاقات میں صدر ٹرومین سے یہ حتمی وعدہ حاصل کر لیا کہ خلیج عقبہ کو جو بحیرہ ہند کے لئے ایک دروازے کی حیثیت سے کاٹ کر جدا نہیں کیا جائے گا۔ دراصل بہت پہلے سے وائٹ ہاؤس اور صیہونی میں مسلسل رابطہ قائم رکھنے کا پورا انتظام کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کام کو سرانجام دینے والے صدر ٹرومین کے ذاتی دوست اور سابق کاروباری پارٹنر ڈیوڈ نائیلس اور ایڈورڈ جیکسن نے جو پرانے سیاست کار صیہونی تھے اور جن کے لئے اسرائیلی مرکزی شخصیت سراپا سپاس نظر آتا تھا۔ اقوام متحدہ میں عین اس وقت جبکہ امریکی سفیر جنرل ہلڈرنگ جیوش ایجنسی کے نمائندے (ویزمین) کو خلیج عقبہ کے متعلق ایک ایسی خبر سنانے والا ہی تھا جو ویزامین کے لئے انتہائی ناپسندیدہ ہوتی، اسی لمحہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ صدر امریکہ کی آواز تھی جو امریکی نمائندے کو یہ ہدایت جاری کر رہا تھا کہ خلیج عقبہ کا فیصلہ بالکل اسی طرح کیا جائے جس طرح ڈاکٹر ویزمین کو پسند ہو"

آخر کار ۱۴ رمئی ۱۹۴۸ء کو واشنگٹن کے وقت کے مطابق ٹھیک چھ بجے برطانوی اقتدار فلسطین پر سے ختم ہو گیا۔

چھ بج کر ایک منٹ پر اسرائیل کا وجود عمل میں آیا اور چھ بج کر گیارہ منٹ پر امریکہ نے اسے تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔

بنی اسرائیل یا بنی اسماعیل

توراۃ کے حوالوں سے پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ فلسطین پر یہود نے اپنا استحقاق اس لئے جتایا ہے کہ وہ ان کے میراث کا ملک ہے اور اللہ نے ان سے نیل سے فرات تک کا علاقہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور وہ اس پر قبضہ کرنے کے اس لئے حقدار ہیں کہ وہ اس کے اصل باشندے ہیں۔ لیکن یہ بات کس حد تک درست ہے، آئیے اس کا بھی جائزہ لیتے چلیں۔

میراث کے ملک کے حقیقی وارث بنی اسرائیل ہیں یا بنی اسماعیل یہ خود توریت سے واضح ہو جاتا ہے۔ توریت کی کتاب پیدائش باب ۱۶- ۱۷ میں ہے۔

"اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی..... اور ہاجرہ ابرام کے لئے بیٹا جنی۔ اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ جنی اسماعیل رکھا اور جب ابرام کے لئے ہاجرہ سے اسماعیل پیدا ہُوا تب ابرام ۸۶ برس کا تھا، جب ابرام ۹۹ برس کا ہُوا۔ اور خدا اس سے ہم کلام ہو کر بولا دیکھ میں جو ہوں۔ میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ٹھہرایا..... اور میں اپنے اور تیری نسل کے درمیان ان کے پشت در پشت کے لئے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہو، کرتا ہوں کہ میں تجھے اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا ملک جس پر تو پردیسی ہے دیتا ہوں"

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی نسل سے اللہ کا جو وعدہ تھا اس میں اسماعیل اور اولاد اسماعیل لازماً شامل ہیں۔ کیونکہ جس وقت یہ عہد ہو رہا تھا۔ اس وقت ان کے سوا حضرت ابراہیم کی اور کوئی اولاد نہ تھی۔ جیسا کہ خود ان آیتوں سے اوپر ہی بیان ہُوا ہے۔ اور سری (سارہ) ابرام کی جورو کوئی لڑکا نہ جنی۔

یہ اس طرح کی بہت سی عبارتیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میراث کے ملک میں بنی اسرائیل کے ساتھ بنی اسماعیل بھی شریک ہیں اور میراث کا ملک تنہا بنی اسرائیل کا حصّہ نہیں، بلکہ اس میں بنی اسماعیل کا بھی حصہ ہے بلکہ بعض آیتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میراث کا ملک بنی اسماعیل ہی کے لئے ہے۔ کیونکہ یہ آیتیں بنی اسرائیل پر کسی طرح منطبق نہیں ہوتیں۔ پیدائش باب ۱۵-۱۸ میں ہے۔

"اس دن خداوند نے ابرام سے عہد کرکے کہا کہ میں تیری اولاد کو یہ ملک دوں گا مصر کی ندی سے بڑی ندی تک جو فرات کی ندی ہے"

اس آیت کو سامنے رکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اگر منطبق ہو سکتی ہے تو صرف بنی اسماعیل پر، کیونکہ بنی اسرائیل کبھی بھی نیل

(باقی صد ۱۲ پر)

یہودیوں نے مسجدِ اقصیٰ شہید کر کے دنیائے اسلام کی غیرت کو للکارا ہے

بیت المقدس کی بے حرمتی کے بعد مسلمانوں پر جہاد فرض ہو گیا ہے

اہلِ اسلام کو یہودیوں اور امریکیوں کے مال کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے

جامع مسجد شیرانوالہ لاہور میں علمائے اسلام کی ولولہ انگیز تقاریر

(گذشتہ سے پیوستہ)

جمعیۃ علماء اسلام کا مؤقف

جمعیۃ علماء اسلام کا یہ اصول ہے غیرتِ اسلامی کا یہ تقاضا ہے کہ عربوں کی حمایت کی جائے۔ خواہ ان میں کتنی خامیاں اور کمزوریاں ہوں۔ خود ہم میں خامیاں نہیں؟ یہ سارا ملک ملحد اور بے دین ہو گیا ہے اور کافروں سے بدتر ہو گیا ہے۔ نہیں بلکہ ایسا سمجھنا ظلم عظیم ہوگا۔ اگر کسی یہودی ایجنٹ نے اخبار یا رسالے میں کوئی غلط خبر چھاپ دی فلسطینی عربوں کے خلاف تو اسے باور کر کے ان عرب مسلمان بھائیوں کے درپے آزار ہو جانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ آخر وہ ہمارے بھائی ہیں یہ غلط پراپیگنڈا کہیں اس لئے تو نہیں کیا جا رہا کہ آئندہ خدانخواستہ جب عربوں پر حملہ ہو تو وہ اخلاقی امداد بھی نہ پا سکیں اور آسانی سے انہیں ختم کیا جا سکے۔ یہ ایجنٹ طبع لوگ اگر واقعی اسلام کے ہمدرد ہیں۔ یہودیوں کے مظالم، امریکہ کی سفاکی و درندگی اور استعماریت کے خلاف ان کی زبانیں اور قلمیں کیوں خاموش ہیں؟ اگر اپنا رویّہ بدلیں تو ہم ان سے اتفاق کرنے کو تیار ہیں۔ انشاء اللہ جب تک اس ملک میں علماء زندہ ہیں (اللہ انہیں زندہ رکھے) اسلام ہی غالب رہے گا نہ کہ کمیونزم، سوشلزم یا امریکہ ازم یا یہودی ازم یہاں کسی کو پنپنے نہیں دیا جائے گا۔ ہمارے گلشن کو اسلام کی آبیاری ہوتی ہے، یہ اللہ کا فضل ہے ہماری جماعت کا کمال نہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وراثت کی برکت ہے۔

"خدام الدین" کے پچھلے شمارے میں عرب مجاہدین اسلام فلسطینی مسلمانوں کے جو حالات شائع ہوئے ہیں کیا مودودی صاحب نے ان پر اظہارِ تاسف کیا ہے؟ اگر تو مسلمانو سوچو کیوں نہیں؟ یاد رکھو، اب سامراجیت اور اس کے ایجنٹ بے نقاب ہو چکے ہیں ان کا اب کوئی حربہ کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ انشاء اللہ ہم ان کے راستے میں چٹان ہیں اور رہیں گے ہم نے اپنے بزرگوں سے یہی ورثہ پایا ہے۔ اور اسی طرح کی قربانیوں کے صدقے یہ ملک آزاد ہوا تھا۔ اور ایسی ہی قربانیاں دے کر اس کی آزادی برقرار رکھی جائے گی۔

مولانا محمد اکرم صاحب

بزرگانِ محترم! آج جس حادثہ کی آپ حضرات خبر سن چکے ہیں یہ تاریخ کا سب سے بڑا المیہ اور عظیم حادثہ ہے۔ دنیائے اسلام پر اس سے بڑھ کر اور کوئی حادثہ نہیں ہو سکتا۔ وہ مسجدِ اقصیٰ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی تھی۔ تمام اولین و آخرین کو جمع کیا گیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان سب کی قیادت و امامت کا شرف نصیب فرمایا۔ وہ مسجدِ اقصیٰ جس میں نماز کی فضیلت بیت اللہ کے بعد دوسرے درجہ پر رکھی گئی ہے۔ کل یہود کی سازش سے ان کی سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت اس کے کچھ حصّہ کو شہید کر دیا گیا۔

دوستو اور عزیزو! یہ ایک چیلنج ہے پوری دنیائے اسلام کے لئے کہ اب مسلمان اس کے بعد کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک چھوٹی سی بات کا اپنی طرف سے شوشہ چھوڑ کر مسلمانوں کو امتحان میں ڈال دیا ہے کہ مسلمان اس کے بعد کیا کر سکتے ہیں اور کیا کرنا چاہیئے اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ تم سے ہزاروں میل دور کسی ملک کا ایک واقعہ ہے یا ایک ایسا سانحہ ہے کہ جس سے ہمارے ملک کے رہنے والوں کا کوئی تعلق نہیں ہے اگر کوئی یہ سوچتا ہے تو وہ مذہب اور اسلام کا بدترین دشمن کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ مقدس مقامات مکہ معظمہ ہو یا مدینہ منورہ ہو یا بیت المقدس ہو یہ تمام مسلمانوں کی مشترک متاع ہے اور ایک ایسی مقدس جگہ جو مسلمانوں کے ایمان کا جزو بھی قرار دی جا سکتی ہے۔

حضرات! اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اپنے ملک سے بھی ایک رضا کاروں کی فوج تیار کریں اور اس کی پہلی قسط جس کا اعلان کیا گیا ہے کہ جمعیۃ کی طرف سے کم از کم پندرہ ہزار افراد اور رضا کاروں کی ایک جماعت تیار کرنی چاہیئے جسے پوری طرح تربیت دی جائے اور فنونِ حرب سے واقفیت سکھائی جائے اور اس کے بعد اپنی حکومت کی اجازت سے اسے فلسطین بھیجا جائے کہ وہ ان کی کمانڈ اور ان کی قیادت میں عرب بھائیوں کے ساتھ دوش بدوش لڑ کر یہود کی ان نامسعود کوششوں کا خاتمہ کر سکیں اور اس کے ساتھ آج ہمیں یہ بھی طے کرنا ہے کہ ہم مالی طور پر بھی عرب بھائیوں کی کیا امداد کر سکتے ہیں کہ وہ اس کے بعد اپنے ان مقاصد میں کامیابی کے لئے جن اسباب و وسائل کی ضرورت ہو وہ مہیّا کر سکیں۔ تو ایک تو ہمیں مالی طور پر معاونت کرنی ہے اور وہ دونوں چیزوں کے لئے ہے۔

خود مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو کے لئے بھی ضرورت ہے اور بڑی اچھی بات کا آج اعلان ہوا ہے کہ ہم اس میں کسی غیر مسلم اور کسی یہودی اور نصرانی کا کوئی روپیہ اب دوبارہ بیت المقدس کی تعمیر میں خرچ نہیں ہونے دیں گے۔ لہٰذا اس کے لئے

تمام دنیائے اسلام سے اپیل کی ہے کہ جو جو مسلمان اس سلسلے میں معاونت کرنا چاہیں، کریں۔

دنیا سے محبت اور موت سے نفرت

ایک حدیث آپ کے سامنے عرض کروں جس میں کہا گیا ہے۔ غالباً وہی وقت آج قریب نظر آ رہا ہے یا آ چکا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کہ پوری دنیا کے غیر مسلم اور اسلام دشمن لوگ جو ہیں وہ مسلمانوں کو اس طرح ختم کرنے کے درپے ہوں گے جس طرح کسی بھوکے کے سامنے ایک پیالے میں کھانے کی کوئی چیز پیش کی جائے اور وہ بے تاب ہو کر اس پر لپکتا ہے۔

صحابہ کرام رض نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس زمانے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہو گی کہ دشمنوں کو اتنی جرأت ہو گی کہ وہ انہیں للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھیں ـــ فرمایا تعداد کے اعتبار سے کم نہیں ہوں گے بہت زیادہ ہوں گے لیکن ان کی حیثیت ایسی ہو گی جیسے سیلاب کے بہاؤ پر تنکے ہوتے ہیں۔

اب کوئی تنکوں کی تعداد کو شمار کرے کہ وہ کتنے ہوتے ہیں اور ان کی حیثیت کو دیکھا جائے کہ جب پانی کا بہاؤ آتا ہے تو وہ کس طرح تنکوں کو بہا کر لے جاتا ہے۔

صحابہ کرام رض نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کی امت ہیں آپ سے ہماری نسبت و تعلق ہے تو اس تعلق پر ہمارا یہ حال کیوں ہو جائیگا۔ ہم ایسے کیوں بن جائیں گے کہ دنیا کے غیر مسلم ہمیں للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھیں اور ہمیں ختم کرنے کے درپے ہو جائیں۔

حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اس وقت مسلمانوں کے دلوں میں وَھن داخل ہو جائے گا۔ پوچھا گیا کہ ما الوھن یا رسول اللہ؟ وھن کسے ہیں اے اللہ کے رسول! فرمایا حب الدنیا وکراھیۃ الموت دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ یہ دو باتیں جب مسلمانوں میں آ جائیں گی اس وقت وہ دنیا میں ذلیل ہو جائیں گے

عربوں کی موت سے محبت

میرے دوستو اور بزرگو!

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس حدیث کو بار بار ذہن میں رکھیں اور سوچیں کہ کیا یہ وہی وقت نہیں آ رہا کہ ہمارے دلوں میں دنیا کی محبت اور موت کا ڈر بیٹھ گیا ہے اور ہمیں تمام دنیا کے غیر مسلم للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رض جب قادسیہ کی جنگ میں گئے ہیں اور رستم کی طرف سے پہلے تو لالچ کی پیشکش کی گئی جب یہ مؤثر ثابت نہ ہوئی۔ تو پھر اس نے دھمکی دی اور کہا کہ میں تمہارے بچے بچے کو یہاں ختم کر دوں گا اور کوئی واپس نہیں جا سکتا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رض نے دو جملوں میں اس کا ایک جواب لکھا۔ اور فرمایا اِنَّمَا . . . يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّوْنَ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ - کہ اے عجمیو! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے ساتھ وہ جماعت ہے جسے موت اتنی ہی پیاری ہے جتنی تم عجمیوں کو شراب پیاری ہے۔

تو اگر تم اس سے ڈرا رہے ہو کہ میں تم سب کو یہاں ختم کر دوں گا تو موت تو ہمارا مقصد ہے اور اس وقت مسلمان کا کیا حال تھا جب کسی کو موت آنکھوں سے دکھائی دی جاتی تھی اس کی شہادت کا وقت قریب ہوتا تھا تو وہ یہ کہتے کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

مولانا محمد اجمل صاحب

حضرات! آج میں کیا عرض کروں۔ تقریر کو دل نہیں چاہتا ہے دل زخمی ہے ؎

دل جوش میں لا فریاد نہ کر
تاثیر دکھا، تقریر نہ کر

تاثیر دکھانے کا وقت ہے مسلمانوں کو چاہئے۔ اکابر علماء دیوبند کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں نکلیں اور اپنی حکومت سے اس بات کی استدعا کریں کہ وہ اجازت دے نوجوانوں کو اور جماعتوں سے پابندی اٹھا دے۔ رضاکار پوری ٹریننگ لیں اور جا کر ان اپنے عرب بھائیوں کے شانہ بشانہ دادِ شجاعت دیتے ہوئے میدانِ جنگ میں کودیں اور سلطان صلاح الدین ایوبی رح کی روح سے آفریں و شاباش کے سیلاب لے کر آ دیں۔ آج وہ سلطان صلاح الدین ایوبی رح جس نے ۹۰ سالہ مقبوضہ بیت المقدس واپس دلوایا تھا۔ ۴۹۲ھ میں یہ بیت المقدس عیسائیوں نے فتح کیا تھا اور اس کے بعد مسلمانوں پر زوال آیا۔ تاریخ بڑی طویل ہے اور داستان بڑی تلخ ہے۔ وقت گذرتا رہا قدرت نے آسمان پر وہ ستارہ طلوع کیا جسے عماد الدین زنگی کہتے ہیں۔ انہوں نے آ کر پھر ان سے ٹکر لی اور ٹکر لینے میں کچھ ناکامی ہوئی کچھ کامیابی ہوئی پروردگار نے تلافی کی۔ ان کے لڑکے سلطان نور الدین زنگی کو پیدا کیا۔ نور الدین زنگی وہ مردِ مجاہد تھے جسے سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) بشارت کے طور پر فرماتے ہیں کہ عیسائی میری قبر مبارک سے مجھے نکالنا چاہتے ہیں۔ جلدی پہنچ کر مدینہ منورہ میں قبر کی حفاظت کرو۔ یہ تاریخ نے واقعہ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب یہ زیارت ہوئی تو وہاں سے نور الدین زنگی چل پڑتے ہیں اور مدینہ منورہ میں آ پہنچتے ہیں۔ جذب القلوب میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح لکھتے ہیں۔ کہ پاؤں سے ننگے پھرتے تھے، روتے تھے۔ نگاہِ انتخاب مجھ پر پڑی (زہے قسمت) روضۂ اطہر کی تحقیق کرا کر دشمنوں کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر پھر سیسہ پلائی دیوار چاروں طرف بھروا کر قیامت تک کے لئے روضۂ اطہر کو محفوظ کر ڈالا لیکن ان کی بیت المقدس واپس لینے کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ انہی کے جرنیل اور سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی رح نے ۵۸۳ھ میں پورے نوے سال کے بعد بیت المقدس کو قبضے میں لیا اور اپنے لئے سلطان نور الدین زنگی رح نے منبر بنوایا۔ اتنا عشق تھا، اتنی محبت تھی۔ پہلے سے منبر بنوایا کہ خدا کرے میری زندگی میں وہ دن آئے کہ میں بیت المقدس میں منبر رکھ کر جمعہ پڑھواؤں۔ آرزو پوری نہ ہوئی، تمنا بر نہ آئی۔ لیکن نور الدین زنگی کے بعد ان کا جانشین سلطان صلاح الدین ایوبی رح نوے سال کے بعد اس مہم میں کامیاب ہوتے ہیں۔ حلب سے وہ منبر بنا ہوا منگوایا اور نوے سال کے بعد بیت المقدس کی مسجد میں سلطان صلاح الدین ایوبی رح نے اذان دلوائی اور جمعہ پڑھایا۔ یہ مسجد نوے سال سے تڑپ رہی تھی اذان کے کلمات کو۔ اس مردِ قلندر نے جو ظاہری طور پر تو بادشاہ کہلاتے تھے حقیقت میں وہ

بوریا نشین قسم کے انسان تھے۔ اور جب تک یہ دونو باتیں نہ ہوں، اس وقت تک کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہونا بڑا مشکل ہے۔

مولانا علاؤالدین صاحب

دوستو اور بزرگو! میں فقط تعمیلِ حکم کرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد اقصیٰ جس میں ایک نماز پچاس ہزار کے برابر ہے۔ فخرِ انسانیت، خاتم الانبیاء محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ تو پہلا سفر ارضی آپ کا بیت الحرام سے بیت الاقصیٰ تک ہے۔ جہاں جاکر آپ نے حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ آج اس مسجد کو سوچی سمجھی سکیم کے تحت جلایا گیا ہے اور اس کی تمام ذمہ داری ان سامراجی ایجنٹوں پر ہے جنہوں نے عامۃ الناس کے سامنے عربوں سے تو نفرت دلانے کی کوشش کی اور یہودیوں کی حمایت کی وہی اصل مجرم ہیں۔ میں ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا رہنے والا ہوں۔ حضرت مدظلہم العالی بھی تشریف لے گئے تھے جب ہماری آئین شریعت کانفرنس ہوئی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں قبائلی تشریف لائے تھے۔ بارہ ہزار رضاکار جو ناظم صاحب نے مطالبہ کیا یہ بہت ہی قلیل تعداد ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر جماعت حکم دے تو پچاس ہزار قبائلی اور ڈیرہ اسمٰعیلخاں کے مسلمان رضاکار جہاد میں شریک ہونے کے لئے تیار ملیں گے میں ایسے ہی دعوے نہیں کر رہا حضرت خود ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ کس جوش وخروش کے ساتھ وہ مجاہد ڈیرہ میں پہنچے تھے۔ یعنی ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے کابل کی حد تک چاہے علماء میں سے تھے یا عوام میں سے تھے سب کے سب شریک ہوتے اور شہادت پانا ان کے لئے معمولی بات ہے۔ ہم حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ صرف اجازت دے اور ہمارے لئے راہ ہموار کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجاہدین موجود ہیں جو اپنی جان تو دے سکتے ہیں مگر ایمان نہیں چھوڑ سکتے۔

وما علینا الا البلاغ!

●

قرار دادِ مذمّت

مسلمانانِ لاہور کا یہ اجتماع یہودی حکومت کی اس ذلیل حرکت کی پر زور مذمت کرتا ہے کہ جس نے اپنی مذہبی اور سیاسی ضرورت کے لئے مسجدِ اقصیٰ کو جلا کر مسلمانانِ عالم کے جذبات سے کھیلنے کی ناجائز کوشش کی ہے۔ یہ اجلاس حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمانانِ پاکستان اور خاص کر جمعیۃ علماءِ اسلام کے رضاکاروں کو یہودی عزائم کے خلاف کھلم کھلا جنگ کرنے کی اجازت دے۔ یہ اجلاس جمعیۃ علماء اسلام کی اس سلسلے کی تمام کوششوں کو سراہتے ہوئے پورے تعاون کا یقین دلاتا ہے۔ نیز یہ اجلاس مسلمانانِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کی شہادت چونکہ یہودی اور امریکہ کی سازش کا نتیجہ ہے لہٰذا یہودی اور امریکی مال کا ملک میں پورا بائیکاٹ کر کے دینی حمیّت کا ثبوت دیا جائے۔

بقیہ: عالمِ اسلام کے سینہ میں ۔ ۔ ۔

سے فرات تک کے علاقے پر قابض نہ ہوسکے اور نہ ہی آئندہ قابض ہونے کی امید ہے۔ البتہ بنی اسمٰعیل یا مسلمان تیرہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے ان حدود پر قابض ہیں۔

یہود کا وطن

یہود کو فلسطین میں بسانے کی ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ وہ ان کا حقیقی وطن ہے لیکن اس بات کی صحت کا اندازہ آپ خود ہی کرسکتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ یہود پہلی صدی عیسوی میں فلسطین سے بے دخل کر دیئے گئے اور وہاں عیسائیوں کی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ پھر روما الکبریٰ کے زوال کے بعد وہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ اگر یہ درست ہے کہ قوم اب سے ڈیڑھ ہزار سال قبل جہاں آباد تھی۔ اب بھی وہی اس کا حقیقی وطن ہے تو پھر نہ آریہ خود کو ہندوستانی کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی امریکہ کے سفید فام لوگ خود کو امریکن کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہندوستان کے قدیم ترین باشندے کول، بھیل، سنتھال اور دراوڑ ہیں۔ اور امریکہ کے اصل باشندے ریڈ انڈین (RED INDIAN) ہیں نہ کہ سفید فام۔ اسی طرح دنیا کے اور بہت سے ممالک جہاں عیسائی حکومتیں قائم ہیں، وہاں پہلے بت پرست قومیں رہا کرتی تھیں، یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ موجودہ یہود انہیں یہود کی اولاد ہیں جو کبھی فلسطین میں آباد تھے اور ان میں سے بیشتر یونانیوں کے حملے سے تباہ ہوگئے تھے۔ اور جو بچے بھی وہ ادھر ادھر منتشر ہوکر پیوند خاک ہوگئے۔ مشرقی یورپ روس اور جرمنی کے یہود جو امریکہ چلے گئے تھے۔ اور جن کی نسل اب بھی وہاں موجود ہے۔ قانونی اور عقلی بنیادوں پر فلسطین سے قطعًا کوئی تعلق نہیں جوڑ سکتے اور موجودہ سارا شور و شغب سوائے دھوکہ و فریب اور فراڈ کے کچھ نہیں۔ موجودہ یہودی قوم دراصل روس کے KAZARS کی اولاد ہے جس نے چھٹی صدی عیسوی میں یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا اور یہی وہ لوگ ہیں جو روس سے جرمنی اور امریکہ پہنچے۔

لیکن جب یہود ارض مقدس پر قابض ہوگئے ہیں اور آئے دن عالم اسلام کو چیلنج دے رہے ہیں کیا اس وقت محض زبانی دعووں سے اس کی بازیابی ممکن ہے اور محض پروپیگنڈے کے ذریعے ہم اسے یہود کے ناپاک قدموں سے پاک کرسکتے ہیں نہیں بلکہ اس کے لئے ہمیں عملی جد وجہد کرنی ہوگی تب ہی ارض مقدس کی بازیابی ممکن ہے اور سب سے پہلے ہمیں کتاب اللہ کو اپنا نصب العین بنانا ہوگا۔ ہمارا کلمہ "قومو اللعرب دبنتں" نہ ہو، بلکہ قوموا الاعلا کلمتہ اللہ ہو۔

اے عالم اسلام کے مسلمانو!

آج ارض مقدس کے ضعیف و ناتواں مسلمانوں کی نگاہیں تم پر اُٹھی ہوئی ہیں، وہ بار بار نظریں اُٹھا کر دیکھتے ہیں کہ تم ان کی حمایت و نصرت کے لئے آ رہے ہو۔ تمہاری ماؤں بہنوں کی آبروریزی کی جا رہی ہے اور وہ بھی تمہیں پر اُمید نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں۔ کیا تم میں کوئی صلاح الدین نہیں؟ کوئی عمر فاروق نہیں جو دوبارہ فلسطین اور بیت المقدس کو کلمۂ توحید کا مرکز بنائے اسے یہود کے ناپاک قدموں سے پاک کرے۔

بقیہ: لارنس آف عریبیہ

آلۂ کار بننے سے پہلے تھی۔"

"مڈل ایسٹ ریویو" اور "جیوش آبزرور" میں لکھنے والے ایک ممتاز مصنف مسٹر سڈنی سوگا رمان نے جن کی پوری عمر لارنس اور یہودیوں کے درمیان تعلقات کا جائزہ لیتے گزری۔ مجوزہ کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ "ہمیں سالوں سے اسی قسم کے انکشاف کا انتظار تھا جو پبلک ریکارڈ آفس سے کیے گئے ہیں۔ کتاب کو پڑھے بغیر میں اس بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ پھر بھی میرا خیال ہے کہ جب یہ کتاب منظر عام پر آئے گی تو یہودیوں اور عربوں کے درمیان ایک بم کی طرح پھٹے گی۔ یہودیوں نے لارنس کی ہمدردیوں کا مختلف مطلب لیا اور عرب اب تک یہ سمجھتے رہے کہ لارنس ان کا مونس، ہمدرد اور ان کی آزادی کا شدت سے حامی تھا۔

لارنس آف عریبیا مشرق وسطیٰ میں یہودیوں کا ایجنٹ

تحریر: رؤف ظفر

آئیندہ ماہ برطانیہ میں لارنس آف عریبیا کے متعلق ایک کتاب شائع ہونے والی ہے۔ جس کے بعد لارنس کی شخصیت پر گذشتہ نصف صدی سے پڑا ہوا پردہ اُٹھ جائے گا۔ لارنس آف عریبیا کو جو کہ دوسری جنگِ عظیم میں ایک افسانوی شخصیت بن گیا تھا، عام طور پر عربوں کا ہمدرد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کتاب کی اشاعت کے بعد قارئین کو یہ پڑھ کر حیرانی ہوگی کہ فی الحقیقت لارنس عربوں کے مفادات کے خلاف کام کر رہا تھا۔ عربوں کی تاریخ میں لارنس کا ذکر عربوں کی آزادی کے ہیرو کے طور پر کیا جاتا ہے۔ لیکن بقول ایک مبصر کے آپ عربوں کو یہ جان کر حیرانی ہو گی کہ لارنس نے ان کی آزادی کے بجائے مشرقِ وسطیٰ میں برطانیہ کا اثر و رسوخ قائم کرنے کے لیے ایک ایسا منصوبہ تیار کیا۔ جسے یہودیوں کی عالمی معاونت حاصل تھی۔

لارنس کی شخصیت کے متعلق یہ انکشاف کسی مفروضے کی بنا پر قائم نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ محققین کی ایک جماعت کی شب و روز کی محنت کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے برسوں تک لندن میں ریکارڈ آفس فائلز اور اسرائیل میں یہودیوں کے سرکاری کاغذات کا مطالعہ کیا۔ آخر میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ لارنس جس کی ہمدردیاں بظاہر عربوں کے ساتھ تھیں۔ سابق سلطنت عثمانیہ کی حدود میں برطانوی حکومت قائم کرنے کے لیے ایک منظم منصوبہ پر عملدرآمد کر رہا تھا۔ لارنس کے متعلق مجوزہ کتاب جس کا نام "لارنس آف عریبیا کی خفیہ زندگی" ہے ہنوز اشاعت کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ تاہم کتاب کے پروف کی کاپیاں بلیک مارکیٹ کا کاروبار کرنے والوں میں بھاری دام وصول کر رہی ہیں۔ ان کاپیوں کی قیمت ناشر کی اصل قیمت سے کئی گنا زیادہ ہے۔ کتاب کے مرتبین خفیہ مسوّدات اور کاغذات کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ لارنس نے دانستہ طور پر عربوں کو دھوکہ دیا اور اس نے ایسے جاسوس کا کردار ادا کیا جو دونوں طرف سے جاسوسی کرتا ہے وہ لکھتے ہیں:

"لارنس کو ابتدا ہی سے اس حقیقت کا علم تھا کہ برطانوی پالیسی جس کی تشکیل میں اس کا اپنا ہاتھ بھی تھا عربوں کے مفادات اور ان کی آزادی کی خواہش کے خلاف ہے، برطانوی حکومت کی طرف سے لارنس نے عربوں کو یقین دلایا کہ جنگ عظیم دوم کے بعد انہیں آزادی دے دی جائے گی لیکن لارنس کو بخوبی علم تھا کہ یہ وعدہ کبھی ایفا نہیں کیا جائے گا۔"

فلپ نائیٹے اور کولن سمپسن، جو کہ اس کتاب کے مصنف ہیں، آگے چل کر لکھتے ہیں:

"برطانیہ نے سلطنتِ عثمانیہ کی حدود میں برطانوی "ڈومینین" قائم کرنے کا جو منصوبہ تیار کیا۔ اس میں لارنس کا گہرا عمل دخل تھا۔ اس نے ایسی چال چلی جس سے بیک وقت عربوں اور فرانسیسیوں کو شکست دی جا سکے، اور اس کے ساتھ ہی یہودیوں سے مالی امداد حاصل کی جائے۔"

کتاب کے مرتبین نے اپنے خیالات کو مبنی بر صداقت ثابت کرنے کے لیے بہت سے دستاویزی ثبوت پیش کیے ہیں، لیکن ان میں ایک خط کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جو لارنس آف عریبیا نے عربوں کی بغاوت میں شامل اپنے انتہائی قریبی دوست کو تحریر کیا۔ اس میں لارنس نے منصوبہ کا خاکہ پیش کیا۔ جس کے تحت شام سے فرانسیسیوں کو نکال کر اس علاقہ میں برطانوی حکومت قائم کی جانی تھی سائیکس پیکاٹ معاہدے کے تحت شام کا علاقہ فرانس کے حوالے کیا جانا تھا۔ لارنس نے لکھا کہ منصوبہ کی تکمیل کے لیے شاہِ فیصل سے سودا بازی کی جائے گی۔ اور یہودیوں کی مالی معاونت حاصل کی جائے گی۔

لارنس لکھتا ہے۔ یہودی ایک "حکومت" نہیں ہیں اور نہ ہی برطانوی ہیں۔ چنانچہ ان کا اقدام معاہدہ سائیکس پیکاٹ کی خلاف ورزی تصور نہیں کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ فلسطینی ہونے اور آل سام سے تعلق رکھنے کی بناء پر عرب حکومت کو ان سے کوئی خوف نہیں۔ وہ نہ صرف شام اور میسوپوٹامیہ بلکہ پورے مشرق کی مالی طور پر امداد کر سکتے ہیں۔ بڑے بڑے یہودی فلسطین میں اپنی رقوم جمع کرانے سے ہچکچاتے ہیں۔ کیونکہ یہ ملک یہودیوں کے لیے سوائے جذباتیت کے لیے اور کسی کام کا نہیں۔ یہودی مالی معاونت کے بدلے میں صرف چھ فیصد منافع لینے کے خواہاں ہیں۔

کتاب کے مرتبین لارنس کے اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ ہے وہ منصوبہ جس کے لیے لارنس کام کر رہا تھا۔ خط سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عربوں اور یہودیوں کے درمیان برطانوی کی ایک یونین قائم کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا منصوبہ تھا۔ یعنی عرب علاقہ مہیا کرینگے اور دنیا بھر کے یہودی چھ فی صد سود پر رقم دینگے یوں مشرقِ وسطیٰ میں عربوں سے سودا بازی کے نتیجہ میں ایک برطانوی سلطنت وجود میں آئے گی' اور اگر آج مشرقِ وسطیٰ کے نقشہ پر ایک نظر ڈالی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ انگریزوں کو اس منصوبہ میں کامیابی ہو گئی ہوتی، لیکن بقول نائیٹے اور سمپسن فرانسیسی فوج کی طرف سے عرب بغاوت کے لیڈر فیصل کا دمشق سے اخراج ایک ایسا واقعہ تھا۔ جس نے لارنس اور برطانیہ کے خوابوں کو پریشان کر دیا۔ ان کا منصوبہ دھرے کا دھرہ رہ گیا۔ لارنس کے لیے یہ ایک شکست تھی، جس کا ازالہ کبھی نہ ہو سکا۔

برطانیہ کے ممتاز اخبار "دی ٹائمز" کے ایک مبصر نے اس کتاب کے بارے میں خیال کرتے ہوئے کہا کہ کتاب میں بعض خفیہ دستاویزات اور کاغذات کا ایسا مواد ظاہر کیا گیا ہے جو اس وقت تک دنیا کی نظروں میں اوجھل تھا۔ کتاب کی اشاعت کے بعد فرانس اور مشرقِ وسطے میں ہلچل مچ جائے گی اس ضمن میں کتاب کے مرتبین نے، عرب بغاوت کے متعلق لارنس کے نقطۂ نظر کا ذکر کیا ہے اس وقت تک یہ سمجھا جاتا ہے کہ لارنس عربوں کی آزادی کا شدت سے حامی تھا۔ اور عربوں کی بغاوت جو لارنس کے اشتراک سے وقوع پذیر ہوئی۔ عربوں کی آزادی کی جانب ایک قدم تھی۔ لیکن اس کے برعکس خفیہ دستاویزات سے عربوں کی بغاوت کے متعلق لارنس کے کچھ اور ہی خیالات سامنے آتے ہیں۔ مثلاً لارنس ایک جگہ لکھتے ہیں:

لارنس آف عریبیا نے یہودیوں کی مالی معاونت سے مشرق وسطیٰ میں برطانیہ کا اثر و رسوخ قائم کیا

"بغاوت کرنے کے سلسلہ میں حسین کا اقدام ہمارے لیے فائدے کا باعث ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے مقاصد کے عین مطابق ہے۔ اس سے "اسلامک بلاک" انتشار کا شکار ہو جائے گا اور سلطنتِ عثمانیہ پارہ پارہ ہو جائے گی۔ اس کے بعد حسین جن ریاستوں کو قائم کرے گا وہ ہمارے لیے اتنی ہی بے ضرر ہوں گی جتنی کہ ترکی کی ریاست جرمنوں کے ہاتھوں

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

درس قرآن

از حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب واہ کینٹ ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

(۳)

مصر میں ایک فتنہ چلا تھا کچھ زمانہ پہلے تجدد کا ۔ وہاں مصری علما کو یہ بات سوجھی کہ قرآن کریم کی جو یہ عربی ہے، موجودہ عربی، جو اللہ نے اتاری ہے، یہ ذرا مشکل سی ہے ۔ کیوں نہ ہم اس قرآن کو سلیس عربی میں ڈھال دیں ؟ تلبیس ابلیس ہے ۔ شیطان مختلف چیزیں سوچتا رہتا ہے ـــ تو سلیس عربی میں قرآن کو ڈھالا گیا ـ تھی عربی، لیکن وہ مصری عربی تھی ۔ اللہ تعالےٰ علمارِ حق کو جزائے خیر دے، یہ ہمارے ایمان کے محافظ ہیں، یہ ہمارے ایمان کے معالج ہیں ۔ ہم خواہ ان کو اچھا سمجھیں یا بُرا سمجھیں ان کے ہم پر وہ احسان ہیں کہ امتِ مسلمہ اپنے علمائے حق کے احسان قیامت تک نہیں اتار سکتی ۔ اگر یہ نہ ہوتے تو واللہ اعلم ہم کون سی گمراہیوں میں پھنسے ہوتے ۔ تو علمائے وقت نے، مصر کے علمار نے اس طرح اس کے ساتھ اختلاف کیا اور کہا کہ قرآن عربی ہے لیکن یہ عربی مصر کی نہیں ہے بلکہ یہ وہ عربی ہے جس کو قرآن نے خود اتارا، اللہ کی عربی اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا ـ

جب عربی کو عربی میں ترجمہ کر کے "قرآن" نہیں کہا جا سکتا تو عربی کو انگریزی میں پکھتال کا ترجمہ بنا کر "قرآن" کہہ سکتے ہیں ہم ؟ عربی کو اردو میں ترجمہ کر کے "روشن چراغ" نام رکھ کر "قرآن مجید" ہم کہہ سکتے ہیں ؟ میرے بزرگو! یاد رکھیں آپ میری اس بات کو ۔ اگر قرآن نہیں پڑھتے نہ پڑھیں، کوئی بات نہیں، خدا معاف کر دے گا ۔ لیکن تم نے اگر عربی کا قرآن چھوڑ کر اردو کا قرآن پڑھا، عقیدہ یہ رکھا کہ میں اسی طرح قرآن پڑھ رہا ہوں ۔ آپ اللہ کے نزدیک گنہگار ہوں گے ۔ آپ نے خدا کی کلام کو اردو میں ڈھالا ۔ عربی کا متن ہی نکال دیا ۔ خدا کہتا ہے ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا اور آپ کہتے ہیں قُرْءٰنًا اُرْدِیًّا ۔ یہ اردو میں قرآن ہے ۔ کلام کی صفت ہے قرآن، اور قرآن کیا ہے ۔ قرآنِ عربی ۔ الفاظ بھی اللہ تعالےٰ کے، معانی بھی اللہ تعالےٰ کے، مراد بھی اللہ تعالےٰ کی ۔

ہمارے علماء نے اس حد تک احتیاط برتی ہے کہ ہمارے ہاں روایت بالمعنیٰ بھی قبول نہیں ہے ۔ یعنی ہمارے ہاں جو روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ۔ علمار کے اس میں دو قول ہیں ۔ راوی نے ایک بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور الفاظ وہ بھول گیا اب آ کر وہ کہتا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا ہے الفاظ میرے اپنے ہیں، معنیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو ہمارے علمائے محدثین کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ وہ حدیث قابلِ قبول نہیں ہے ۔ اس نے روایت بالمعنیٰ کی ہے ۔ الفاظ بیان کرے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں وہ کمال ہے جو کسی اور کے الفاظ میں نہیں ہو سکتا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُوْتِیْتُ جَوَامِعُ الْکَلِمِ ۔ اللہ نے مجھے جوامع الکلم بنایا ہے، میرے کلمات میں وہ اجتماع ہے جو دنیا کے کسی متکلم کے کلام میں نہیں ہے ۔ اس نے امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ کو بدل دیا ۔ لہٰذا یہ روایت قابلِ قبول نہیں ہے ۔

حدیث میں ہمارے ہاں یہ ہے تو قرآن حکیم کیسے اردو کا قابلِ قبول کر لیں گے ؟ یہ بہت بڑا فتنہ ہے ۔ میں آپ سے نہایت درد کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ اس فتنے کو آپ قبول نہ کریں ۔ اگر نہیں پڑھ سکتے قرآن، اللہ سے معافی مانگیں، اگر آپ کو قرآن نہیں آتا، چلو نہ آئے، اول تو کوشش کریں، سیکھیں، نہیں آتا عربی کا تو نہ آئے ۔ بسم اللہ تو آتی ہے یہی پڑھ لیا کریں ۔ اگر آپ اور نہیں پڑھ سکتے تو الٓمّٓ پڑھ لیا کریں ۔ جن بھائیوں کو قرآن پڑھنے کا شوق ہے (مسلمانوں کے دلوں میں شوق تو قرآن کا ہے ہی نا) کچھ ایسی رکاوٹیں ہیں، نہیں پڑھتے، سیکھتے نہیں، کہتے ہیں "جی بوڑھے ہو گئے ہیں قرآن کہاں سیکھیں ؟" اس دن کیمبل پور میں مجھے میرے ایک دوست نے کہا ـــ پوچھا مجھ سے (بوڑھا ہے، ریٹائر ہو چکا ہے ملازمت سے) کہنے لگا "جی میں قرآن شریف پڑھتا ہوں، میرے پاس قرآن شریف ہے ۔ افسوس ہے میں عربی نہیں پڑھ سکا ۔ اور میں اردو میں "تلاوت" کر لیتا ہوں"۔ میں نے کہا "اللہ کے بندے! تم تو گنہگار بن گئے، مجرم بن گئے ۔ اس "قرآن" کو نہ پڑھو، عربی میں قرآن سیکھو، ورنہ خالی الٓمّٓ پڑھتے رہا کرو ۔ الٓمّٓ الٓمّٓ ۔ حضورؐ فرماتے ہیں لَآ اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ بَلْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّ لَامٌ حَرْفٌ وَّمِیْمٌ حَرْفٌ ۔ ترمذی کی حدیث ہے ۔ فرمایا کہ الٓمّٓ ایک کلمہ نہیں ہے بلکہ الف ایک حرف، لام دوسرا حرف، میم تیسرا حرف ۔ یعنی اگر ایک مسلمان نے اللہ کا کلام سمجھ کر، قرآن کو محبت کے ساتھ پڑھا الٓمّٓ ۔ اس کو یہ کلمہ پڑھنے سے تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا ۔ تو اس دوست نے پھر "قرآن" مجھے بھیج دیا ۔ (اردو کا قرآن) میں نے کہا یہ قرآن نہیں ہے ۔ عربی کا پڑھو اگر پڑھ سکتے ہو تو ۔ ہاں ہمارے اکابر نے جو تراجم بین السطور لکھ کر امت پر احسانِ عظیم فرمایا ہے، ان آیات کی تلاوت کر کے وہ اردو تراجم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نفع ہوگا ۔

میں بات کر رہا ہوں ان تصنیفات کی جن میں سے عربی کی آیات قطعاً اُڑا دی گئیں اور صرف اردو یا انگریزی میں ترجمے چھاپ دئے گئے اور نام رکھ دیا گیا قرآن ۔ ایسی کتابوں کو قرآن کہنا غلط ہے ۔ قرآن تو وہی ہے جو عربی میں نازل ہوا رب العالمین کی طرف سے بوساطت جبریل علیہ السلام) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ منوّر پر ۔

قرآن تو یہ فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا ۔ ہم نے قرآن اتارا عربی زبان میں ۔

(باقی آئندہ)

مجلس ذکر

۲۱ر جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ر ستمبر ۱۹۶۹ء

مُحسنینِ ملّت عُلمائے حق

جن کی قربانیوں کے صدقے مملکتِ پاکستان معرضِ وجود میں آئی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم مرتبہ محمد عثمان غنی

۱- وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ (س انفال آیت ۶۰)
۲- وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ٥
(س آل عمران آیت ۱۳۹)

ترجمہ (۱) اور اُن سے لڑنے کے لئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کرسکو سو تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر ہیبت پڑے۔
(۲) اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ تم ہی غالب رہوگے اگر تم ایماندار رہو

ہمارے اکابر کی خدمات

ہمارے بزرگ کتنی اذیتیں اور تکلیفیں اُٹھا کر اس مملکت کو معرض وجود میں لانے کا ذریعہ اور باعث بنے۔ جس طرح کوئی عمارت آپ کھڑی ہوئی دیکھتے ہیں۔ وہ عمارت جو آپ کو اینٹیں اور پتھر نظر آرہے ہیں سامنے۔ اسی پر آپ عمارت کو ختم نہ سمجھیں۔ بلکہ اصل عمارت تو اُس نیو پر اٹھی ہوئی ہے۔ اُن آثار پر قائم ہے جو زیرِ زمین ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں گو دکھائی نہیں دے رہے۔ مگر وہ عمارت در اصل انہیں آثار پر قائم ہے۔ اسی طرح اندازہ لگائیے ہمارے وہ بزرگ جو آج زندہ نہیں ہیں، کوئی سو سال پہلے، کوئی دو سو سال پہلے، کوئی پچاس برس پہلے، کوئی بیس برس پہلے ہم سے جدا ہوگئے۔ وہ اس مملکت کی اصل میں نیو ہیں، آثار ہیں اس کے لئے وہ اینٹ، روڑا، پتھر، گارا، چونا بنے ہوئے ہیں جیسے روڑی کوٹی جاتی ہے اور نیچے دبا دی جاتی ہے، صرف عمارت نظر آتی ہے روڑی نظر نہیں آتی۔

محسن کا احسان نہ بھولنا چاہئیے اُن بزرگوں کے احسانات کا تو ہم جس قدر بھی شکر بجا لائیں کم ہے کہ اُن بچاروں نے اذیتیں اور تکلیفیں اٹھائیں، انگریز سے ٹکرائے۔ لڑے بھڑے، جانیں دیں۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو یاد کیجئے۔ سید احمد شہیدؒ کو یاد کیجئے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے مالٹے کی اذیتیں اور تکلیفیں پانچ سال تک جو ظالموں نے اُنہیں دیں اُن کو تصوّر میں لائیے، حضرت مدنیؒ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ۔ مولانا احمد سعید مولانا حفظ الرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم اور اُن کے ساتھ جو دوسرے بزرگ تھے۔ اُن کے ساتھ جو بیتی۔ اسی طرح دیگر اکابر کے ساتھ یہاں کس کس کا نام لیا جائے۔ ہم تو نام بھی نہیں گن سکتے چونکہ محسن کی احسان شناسی بمصداق هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (س رحمٰن آیت ۶۰) ان کا احسان مند ہونا ہم پہ لازم ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر بجا لانا فرض عین ہے۔ بلکہ ارشاد نبویؐ ہے مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ۔ او کما قال علیہ السلام (جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا خدا کا کیا شکر ادا کریگا) حق تو یہ ہے کہ ہم بتمام و کمال نہ خدا کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔ نہ حبیب کبریا کا بلکہ امت کے فقہا۔ محدثین۔ مفسرین۔ ان سب کے جو احسانات ہیں ہم تو اتنی بھی استطاعت نہیں رکھتے کہ ان سب احسانات کا شمار کرسکیں چہ جائیکہ ان کے احسانات کا بدلہ ادا کیا جائے۔

قیامِ پاکستان میں علماء حق کا حصہ

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اُن سب کو ہمیں کبھی کبھی یاد کرکے، اور نہیں تو کم از کم کلمۂ شکر، کلمۂ خیر، کم از کم دعا ہی اُن کے حق میں کردیں۔ ایسے ہی یہ مملکت خداداد چند لوگوں کے نام لینے یا کسی جادو کی چھڑی سے معرض وجود میں نہیں آگئی۔ بلکہ اس کے پیچھے جد و جہد آزادی کی دو سو سالہ شاندار تاریخ ہے ان اکابر و اعاظمِ رجالِ امت میں سے حکیم الہند امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی ملت کو عالمگیرؒ کے دور کے بعد کمزور ہوتے ہوئے پایا تو اس کے بعد انہوں نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کتاب و سنت کی روشنی میں نئے حالات کے مطابق کچھ اصول مدوّن کئے اور مغل حکومت کی کمزوری کے نشانات ڈھونڈے۔ پھر مسلمان جن وجوہات کی بنا پر اس مملکت میں کمزور پڑ رہے تھے۔ ان کے لئے دین کی تعلیم کا اور قرآن حکیم میں براہ راست غور و فکر اور تعلیم و تعلّم کا ایک اچھوتا نظریہ پیش کیا۔ چونکہ عام لوگ عربی سے نابلد تھے۔ اس لئے شاہ صاحب نے قرآنِ حکیم کا پہلا جامع اور مستند ترجمہ فارسی میں جو اس زمانے کی عوامی بول چال اور روزمرہ کی زبان تھی، کرکے ملّت اسلامیہ پہ عظیم احسان کیا۔ مرور ایام کے ساتھ یہاں کی عوامی زبان اردو قرار پائی تو ان کے جلیل القدر صاحبزادوں حضرت شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین رحمہما اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا یعنی اُنہوں نے والد گرامی کے فارسی ترجمہ (فتح الرحمٰن) کو اردو کا جامہ پہنایا۔ دوسرے صاحبزادوں نے اور کارنامے انجام دئے سلسلہ بہ سلسلہ علمائے دیوبند تک بات آگئی انہوں نے مسلمانوں کے دین و ایمان عزت آبرو، اور جان و مال بچانے کے لئے سچ تو یہ ہے کہ سر دھڑ کی بازی لگا دی اس کے علاوہ دیگر علماء نے بھی ہندوستان کی آزادی اور مسلمانوں کا دین و ایمان بچانے کے لئے اپنی سعی کوششیں کیں

نظریۂ پاکستان سے ہٹنے کی اصل ذمہ داری کن پر ہے؟

بہر حال جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کا یوم تاسیس اور یوم آزادی مناتے وقت، ہمیں خدا کا شکر بجا لانا چاہئیے، اور بڑے فخر کے ساتھ ہم سربلند کرکے کہہ سکتے ہیں۔ کہ درحقیقت علماءِ ملّت کی قربانیوں کے صدقے یہ ملک آزاد ہُوا اور اس ملک کی تاسیس ہوئی اور پاکستان ایک نئے ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا یہ حق تعالیٰ عزّ اسمہ کا بہت بڑا ہم پر احسان ہے ہم اُس کا جس قدر بھی شکر بجا لائیں کم ہے۔ گزشتہ ۲۲ سال کے دوران ہمارے دشمنوں نے اسے ختم کرنے کی ہزاروں کوششیں کیں اور ہمارے گم کردہ راہ بھائیوں نے اپنی بوالہوسی سے، اپنی فطری

کمزوریوں سے یا اپنی بدعادات سے قوم کو جو نقصان پہنچایا وہ آپ سے ڈھکا چھپا نہیں، دو دفعہ پاکستان میں مارشل لاء لگا بہرحال یہاں کچھ ایسی صورتیں پیش آئیں جن کی وجہ سے قومی حکومت ختم ہوئی جمہوری حکومت ہوئی۔ ملی ادارے ختم ہو گئے اور یہ جبری صورت پیش آئی بہرصورت جس طرح ہمیں پاکستان حاصل کرنا مشکل تھا اور جتنی مشکلوں سے آج تک یہ پاکستان بچا ہے۔ آئندہ اور بھی زیادہ اندرونی اور بیرونی مشکلات نظر آرہی ہیں اور نظریاتی ٹکراؤ اپنی جگہ ہے اور داخلی اور خارجی دشمن اس پر مستزاد ہیں۔ علاوہ اس کے علاوہ ہمارے درمیان کفار و مشرکین کی ایک بڑی تعداد میں اب تک یہاں آباد ہے بالخصوص مشرقی پاکستان میں، پھر پاکستان کے اندر بعض لوگ نظریاتی اعتبار سے اسلام کے بجائے غیر اسلام کو اپنی نجات کا سامان سمجھ رہے ہیں (العیاذ باللہ) چاہے وہ دھوکے فریب میں ہیں لیکن کمزوری تو ہے ہماری، ہماری ہی ملت کا ایک ٹکڑا ایک حصہ اگر پاکستان کے عقائد سے ہٹ جائے۔ تو اس کی اصل وجہ پاکستان میں اسلام اور تعلیمات اسلامیہ نافذ نہ کرنے والوں کی لاپرواہی ہے۔ اگر پاکستان میں شروع ہی اللہ کا دین نافذ کر دیا جاتا۔ اور اللہ کے دین کا یہاں پرچار ہوتا اور عدلیہ انتظامیہ میں قانون قرآن نافذ کر دیا جاتا اور سکولوں کالجوں کے نصاب میں شامل کر لیا جاتا تو آج ایک سلیم العقل نئی نسل ہمارے اندر پیدا ہو چکی ہوئی ہوتی آج اسلام کا چلن ہر کہیں نظر آتا، وہ کمزوریاں دور ہو چکی ہوتیں، آج بازاروں میں کاروباری اداروں میں، عدلیہ میں اور اور حکومت کی سطح پر سراسر دین ہی دین نظر آتا، لیکن ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے جتنا بھی رونا رویا جائے کم ہے، لیکن روئیں کس کے سامنے؟ بھینس کے آگے بین بجانا اپنی آنکھیں پھوڑنے کے مترادف ہے ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جن اللہ کے بندوں کے ذمے تھی انہوں نے یہ نہ کیا اور دنیا سے ہی چلے گئے، جو موجود ہیں۔ انہیں احساس ہی نہیں۔ اس کمزوری کا یا خامی کا یا ناکامی کا یا جس مقصد کے لئے پاکستان معرض وجود میں آیا، ہزاروں عورتیں، ہزاروں مرد، ہزاروں انسان تہ تیغ ہوئے ہزاروں گھربار چھوڑنے پر مجبور ہوئے، کچھ کا کچھ ہوا یعنی دنیا ہی الٹ پلٹ ہو گئی لیکن جس مقصد کے لئے پاکستان بنا تھا وہی اب تک پورا نہیں ہوا، اس لئے اس کو پورا کرنا اُس کے لئے پوری کوشش کرنا یہ میرا آپ کا ہر سچے مسلمان کا بہت بڑا فریضہ ہے۔ اور اب تو صورت ایسی پیش آرہی ہے۔ کہ داخلی اور خارجی دونو طرف سے پاکستان کے دشمنوں کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں جب کہ بیرونی حملوں کا خطرہ ہے۔ نظریاتی حملے ہی کچھ کم نہیں ہوتے یہ ذہنی مرعوبیت ہی کچھ کم نہیں ہوتی جو آج تک مغربی مرعوبیت کا ہم شکار ہیں اور اسلامی تعلیمات سے اب تک ہم نفور اور دور ہیں، یہی کمزوری کچھ کم نہیں ہیں کس کس مصیبت کا رونا روؤں اتنی مصیبتیں اور اتنی مشکلیں ہیں کہ ایک ایک چیز کا جائزہ لینے کے لئے گھنٹوں چاہئیں، لیکن ابتدا میں میں نے جو آیات تلاوت کی ہیں اُن کی طرف آتا ہوا ارشاد ہے۔ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اور دوسری آیت جو ہے کہ جتنی بھی تم میں استطاعت ہے وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ، جتنی بھی توفیق ہے، تم اپنی تنظیم کرو۔

تعلیم جہاد

مسلمان جو اسلام کو یہاں نافذ دیکھنا چاہتے ہیں اور چونکہ کبھی لڑائی لڑنے کی اگر ضرورت پیش آجائے گی کوئی بڑی بات نہیں اندرونی اور بیرونی دونو نظریات سے بھی اور عملی جہاد سے بھی، تو اُن کو آج ہی سے تیاری کرنی چاہئیے، جہاد کے لئے یک لخت تو آپ میدان میں کود نہیں سکتے آپ دیکھتے ہیں۔ رنگروٹ بھرتی ہوتے ہیں، کتنی انہیں محنت کرنی پڑتی ہے تب بھی جا کے اسلحہ اٹھانے اور استعمال کرنے کے قابل ہوتے ہیں، تو اسلحہ بھی ہو، اٹھانے کے قابل بھی ہوں، دشمن پر حملہ بھی کر سکیں، دشمن کی طاقت کا اندازہ بھی ہو، پھر جو ہتھیار وہ استعمال کرے اُس ہتھیار کو پہلے سے آپ نے آزمایا ہوا ہو، اُس پر حملہ آور ہو سکیں، پھر اللہ تعالیٰ کی تائید آپ کے شامل حال ہوگی ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

یعنی اپنے بس میں جو کچھ ہے وہ داؤ پر لگا دیجئے، یہی قرآن کی تعلیم ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (س النجم آیت ۳۹) آپ کے ذمے کوشش ہے،

ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہتھیار بناؤ

کسی زمانے میں گھوڑے میدان جنگ میں لڑتے تھے، کسی زمانے میں اسلحہ تیر تھا، کمان تھی، توپ، تفنگ اور اس قسم کے ہتھیار تک محدود تھا، آج جیسے ہتھیار ہیں ویسے ہی جوابی ہتھیار آپ کو تیار کرنے پڑیں گے، اس لئے قرآن کی آیت تو وہی ہے، اُن کے احکام وہی ہیں۔ لیکن دنیا بدل گئی، دنیا کے اصول جنگ بدل گئے، تو وہی اصول جنگ آپ کو بھی اپنانے پڑیں گے، یہ تو نہیں کہ وہ تو آپ پر ایٹم بم پھینکیں اور آپ تلواریں نکال لیں، آپ تیر سے اُن پر حملہ کریں وہ ہوائی جہازوں پر آئیں آپ گھوڑے پالتے رہیں، اگر گھوڑے بھی جہاد کے لئے پالے جائیں تو اس کا بھی اجر ملے گا لیکن بہرحال صرف گھوڑے ہی کام نہیں آئیں گے، جس جس چیز کی ضرورت ہے اس کو میدان جنگ میں آپ کو آزمانا ہوگا کبھی ہاتھی لڑتے تھے، کبھی اونٹوں سے کام لیا جاتا تھا، اب صورت حال مختلف ہے۔ اب دیکھئے ہمارے آباؤ اجداد پیدل حج کے لئے جاتے تھے۔ بحری جہاز بن گئے اُن سے آپ نے حج شروع کیا۔ اب ہوائی جہاز بن گئے اُن سے جانا شروع کیا۔ اگرچہ مسلمان ابھی تک بنانے کے قابل نہیں ہوئے۔ لیکن بہرحال استفادہ تو کر ہی رہے ہیں

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی بے راہروی

سو میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ نقاش پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا ؎

آ تجھ کو بتاؤں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

یہاں کیا ہو رہا ہے؟ طاؤس و رباب اوّل، طاؤس و رباب آخر۔ صبح سے آپ کوئی ریڈیو سٹیشن کھول لیجئے یا ٹیلی ویژن سن لیجئے نہیں سنتے تو تصدیق کر لیجئے، بس طاؤس و رباب، گانے بجانے کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں ان اللہ کے بندوں سے پوچھو کہ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاد کے متعلق آیات پیش کرنی چاہئیے تھیں، مسلمانوں کے سامنے اپنی تاریخ کے اہم واقعات پیش کرنے چاہئیں تھے، آج سارے ملک میں فوجوں کے مارچ پاسٹ ہونے چاہئیے تھے، مسلمانوں کی تنظیمی طاقت اور جنگی طاقت کا مظاہرہ ہونا چاہیے تھا تا کہ مسلمانوں کے دلوں

میں ولولے اور جراں ہوتے اور اُن کے حواس بجا ہوتے اور انہیں اپنی قوت و طاقت کا اندازہ ہوتا اور کمزوری کا بھی احساس ہوتا لیکن آپ دیکھ لیجئے سوائے گانے بجانے کے اور کچھ بھی نہیں ہو رہا - بہرحال اگر وہ گروہ کمزور ہیں خامی ان میں ہے تو ذمہ داری مجھ پر آپ پر بھی ہے قیامت کے دن باز پرس سبھی سے ہوگی - اگر آپ کے بھائی گمراہ ہو جائیں اور آپ بیچین نہ ہوں اور بیفکر پڑے رہیں تو قیامت میں آپ سے بھی باز پرس ہوگی حضورؐ کا حکم ہے کہ بُرائی دیکھو، ہاتھ سے مٹاؤ - تو اس کے خلاف زبان سے جہاد کرو، یہ نہیں تو کم از کم بُرے کو بُرا دل سے تو جانو - اور سمجھو اور یہ اَضْعَفُ الْاِیْمَان، ایمان کا آخری درجہ ہے

محنت کسی نے کی تمغے کسی کو ملے

بہرحال میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ آپ خدانخواستہ اگر اپنی تنظیم نہیں کرتے اگر آپ اپنے لئے تیاری نہیں کرتے جتنا آپ کے بس میں ہے - آپ اپنی طرف سے کوشش کیجئے، حکومت کو بیدار کیجئے، حکومت کے علاوہ افراد جو آپ کے بس میں ہیں ان کو بھی سمجھائیے اور جس طرح بھی آپ آواز بلند کر سکتے ہیں مدرسے سے بلند کر سکتے ہیں، مسجد سے بلند کر سکتے ہیں، لاؤڈ سپیکر سے بلند کر سکتے ہیں۔ جمعے کے خطبوں میں کر سکتے ہیں، تنظیمی اور سیاسی جماعتوں کے پلیٹ فارموں سے کر سکتے ہیں - آپکو اس سلسلے میں اپنی سی کوشش ضرور کرنی چاہیئے - آج حکومت ایسے موقعوں پر روپیہ بھی اور بڑے بڑے انعامات اور ان کے ساتھ ساتھ ایوارڈ (AWARDS) دیتی ہے تو وہ ان کو جو گانے بجانے والے ہیں - یہ کس درجہ افسوس کی بات ہے - ۱۹۶۵ء میں جنگ جو جیتی، جن کے لہو اور جن کے خون اور جن بچاروں کی شہادت سے، اور پھر علماء نے دن رات خون پسینہ ایک کر کے جس طرح سر دھڑ کی بازی لگا دی، قوم کو راہِ راست پر لانے کے لئے، قوم کو اس طرف روپیہ خرچ کرنے کے لئے راغب کیا - خود لے لے کر غریبوں سے حکومت تک پہنچائے اور اپنے ذاتی جو اثاثے تھے، قربان کئے - فوج اور عوام نے قربانیاں دیں، مزدوروں نے جن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا انہوں نے بھی راہِ خدا میں قربان کر دیا - اجر تو اللہ سے لیں گے - لیکن بہرحال مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ جن کے احسانات ہیں، ان کا حق تو کم از کم یاد رکھیں چاہے زبانی ہی سہی - ہم شکریہ زبان ہی سے ادا کریں لیکن کمائے کوئی پائے کوئی، محنت کسی نے کی اور واہ واہ کسی کی -

قوم کھرے کھوٹے کو پہچانتی ہے

بہرحال اس بات کو میں خدا پر چھوڑتا ہوں - انہوں نے اللہ کی رضا کے لئے کیا، اللہ ہی سے اجر پائیں گے اور یقیناً قوم جانتی ہے سچے کون، کھرے کون اور کن کی وجہ سے میدانِ جنگ میں فتح ہوئی - اور یہ جو تباہی کا باعث بنے ہیں، یہ کیا ہیں؟ جو تباہی کا باعث ہیں انہی کو للکارا جا رہا ہے انہی کو آج شہ دی جا رہی ہے، کوئی تصویریں بناتا ہے، پینٹنگ کرتا ہے اُس پر ہی انعام مل جاتا ہے - کرکٹ والے بڑا کارنامہ انجام دے رہے ہیں - حج کے لئے تو زرِ مبادلہ ہے نہیں لیکن کرکٹ والوں کے لئے بہت زرِ مبادلہ ہے انڈیا سے، برطانیہ سے، نیوزی لینڈ سے، کہاں کہاں سے آتے ہیں کتنے لاکھوں روپیہ ہمارا زرِ مبادلہ برباد جاتا ہے نیک کاموں کے لئے نہیں ہے لیکن ان بُرے کاموں کے لئے ہے - ہمیں محاسبۂ نفس کرنا چاہیئے - سب سے پہلے خدا کا شکر بجا لانا چاہیئے، اپنے اسلام پر، اپنے آباؤ اجداد کے اسلام پر، پھر پاکستان کے قائم ہونے پر بھی، اپنے بزرگوں کی قربانیوں پر بھی ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کرنی چاہیئے - پھر پاکستان بننے کے بعد سے آج تک جن اللہ کے بندوں کی کمزوری کی وجہ سے اسلام نافذ نہیں ہو سکا ہمیں ان کو بھی جانچنا چاہئے اور اس میں جو کوتاہی کا ذریعہ ہے وہ ووٹ یا جمہوریت جمہوریت کرتے ہیں، اللہ کے بندے ووٹ بھی لیتے ہیں داموں سے اور برادری کے ناموں سے' دھونس سے' خدا معلوم کیسے کیسے لیتے ہیں اور پھر خرچ کہاں کرتے ہیں - اور پھر اس کے بعد صورتِ حال کیا ہوتی ہے؟ یہاں جتنی دفعہ الیکشن ہوا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا - اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا دین ہی نہ نافذ ہو سکا، سب سے بڑا جو اہم مسئلہ ہے - اس کے لئے ہمیں آئندہ ہر چیز پر غور و فکر پہلے سے کرنا چاہئے عقلمند قوم وہی ہوتی ہے جو اپنے دوست دشمن کو پہچانے، اپنے نفع و نقصان کو پہچانے اور کرنے سے پہلے اس پر غور و فکر اور تدبر کرے - قرآن نے بار بار تفکر اور تدبر کی تعلیم دی ہے -

دعوت الی المطلوب

میں آپ کی توجہ ادھر مبذول کرا کے اپنے فرضِ منصبی سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہوں کہ صرف یہ جھنڈیاں لگا لینے اور جھنڈے لہرا لینے اور صرف یہ بتیاں جلا لینے اور توپوں کی سلامی سے کام نہیں چلتا - اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام و فرامین جو ہیں انہیں دل میں جگہ دینا، ان کا ملک میں نفاذ کرنا اور ایسے موقعوں پر خصوصاً ان کی تعلیم کو عام کرنا اور ان کو نکھارنا چاہئے تھا صرف قرآن کے چند الفاظ رسماً کہلا کر کے سمجھتے ہیں کہ بڑا کارنامہ انجام دے دیا - حالانکہ تعلیم نبویؐ کو، قرآنی تعلیمات کو، بالخصوص سورتِ انفال اور سورت توبہ کی تعلیمات اور پھر میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے جو اہم واقعات ہوئے ہیں تیرہ چودہ سو سال میں ان کو پیش کرنا، اُن کے بعد یہ ہے کہ مسلمانوں کے جو اصل محسن

اطلاعات و اعلانات

ہیں مثلاً ٹیپو سلطانؒ ہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہیں، اکابر علماء دیوبند ہیں، حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے ساتھی جنہوں نے مالٹا میں قربانیاں دیں، ریشمی رومال کی تحریک واضح مثال ہے۔ اس کے علاوہ بھی علماء کے عجیب وغریب کارنامے ہیں ان کو اجاگر کرنا چاہئے۔

دعا

اللہ تعالیٰ پاکستان کے سب بسنے والوں کو شکر بجا لانے کی توفیق دے، اللہ کے دین پر عمل پیرا ہو سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر ان کے بعد خلفائے راشدین، صحابہ، تابعین، مجددین، مجتہدین، محدثین، فقہاء، علماء، قرآن کے حفاظ اور قراء ان سب کی ہم پر ذمہ داریاں ہیں، ان کے بے شمار احسانات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پہ کروڑوں رحمتیں نازل کرے اور ان جو ہم پر فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی انجام دینے کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔ اور پاکستان میں اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے کوشش کریں اور ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں پر نگاہ رکھ کر ان کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: احادیث الرسول صد۲ سے آگے

لئے چار ماہ دس دن تک سوگ کرنا چاہئے حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد میں زینب بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ ان ایام میں جب ان کے بھائی کا انتقال ہو چکا تھا (تین دن کے بعد) حضرت زینب بنت ابی جحشؓ نے خوشبو منگا کر ملی اور پھر فرمایا کہ مجھ کو خوشبو کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ مگر یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ منبر پر ارشاد فرما رہے تھے کہ جس کسی عورت کو اللہ رب العزت پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں شوہر پر چار ماہ دس روز سوگ کرنا چاہئے (اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

تبلیغی لٹریچر مفت

(۱) سو صفحات کی مدنی نماز (۲) کتابچہ تفہیم النبوت (۳) رقص وسرود (۴) نسیم الحدیث (منظوم) (۵) عصمت کا کفن (منظوم) (۶) کتابچہ قانون فطرت اور خاندانی منصوبہ بندی (۷) پوسٹر، جماعت کی نمازوں میں ملنے کا طریقہ (۸) پوسٹر، بڑا کنبہ بڑا ثواب (۹) پوسٹر خطرہ (۱۰) نقشہ تقسیم میراث اور کئی دوسری مطبوعات بالکل مفت صرف خرچہ ڈاک ۳۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجے جاتے ہیں۔

مکتبہ اعلیٰ محلہ سادات بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر

مولانا امداد الحسن نعمانی کی رہائی

دارالعلوم فرقانیہ شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ کے ناظم اعلیٰ انجمن اشاعت الاسلام کے امیر مولانا امداد الحسن نعمانی جو ۴ ستمبر کو گرفتار ہوئے تھے انہیں ضمانت پر رہا کر دیا گیا ہے۔

جامعہ اشرفیہ شاہکوٹ کا جلسہ

جامع اشرفیہ شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ کا سالانہ عرس ۱۲/۱۳/۱۴ رجب ۲۵/۲۶/۲۷ ستمبر کو جامع مسجد مدنی میں منعقد ہو رہا ہے جس میں ممتاز علماء کرام شرکت کریں گے

پاکستانی طالب علم اول آتے

برمنگھم کے ماؤنٹ پلیزنٹ (COMPREHENSIVE) سکول کے پندرہ سالہ طالب علم قمر اسلام (جی سی ای) کے امتحان میں آٹھ او۔ لیول مضامین پاس کر کے اول آئے ہیں۔ ان میں پانچ مضامین فسٹ گریڈ میں پاس کر کے قمر اسلام نے ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے وہاں کے انگریزی روزنامے ایوننگ میل نے پاکستانی طالب علم کی اس عظیم کامیابی کو نمایاں سرخی سے شائع کیا ہے۔

قاری عبدالحی عابد کی زبان بندی

مجلس احرار اسلام کے مرکزی مبلغ اور مدنی مسجد کھارا پورہ لاہور کے خطیب مولانا قاری عبدالحی عابد کی ڈپٹی کمشنر لاہور نے ضلع لاہور میں دو ماہ کے لئے زبان بندی کر دی ہے۔

غلام عباس شاد ملتانی، لورالائی

دشمنوں سے تنگ آکر جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو انہوں نے ان کا پیچھا وہاں بھی نہ چھوڑا۔ وہ یہ ارادہ کرکے آئے تھے کہ اسلام تک مٹا دیں گے۔ اس لئے دشمنوں نے پوری طاقت کے ساتھ مدینہ پر حملے کرنے شروع کر دئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تعداد میں کم تھے۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اگر خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمت ہار بیٹھتا تو دشمن جیت جاتا۔ لیکن آپ نے ہمت نہیں ہاری اور خدا کا نام لے کر شہر کے گرد خندق کھودنا شروع کر دی۔ تاکہ دشمن شہر کے اندر گھسنے نہ پائے اس کام میں ہر مسلمان نے جوش کے ساتھ حصہ لیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھدائی کرنے لگے۔ کھدائی کرتے کرتے ایک جگہ بہت بڑا پتھر آگیا جو کئی ضربیں لگانے پر بھی نہیں ٹوٹا۔ یہ دیکھ کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال اپنے ہاتھ میں لی اور پوری قوت کے ساتھ ایک بھرپور ہاتھ جو مارا تو پتھر میں سے ایک شرارہ نکلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے پکار اٹھے میں نے اس شرارے میں دیکھا ہے کہ کسریٰ کی سلطنت کی کنجیاں میرے حوالے کر دی گئی ہیں۔ آپ نے ایک اور ضرب لگائی اور فرمایا قیصر کی حکومت کی کنجیاں بھی مجھ کو دے دی گئی ہیں۔ پتھر پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری ضرب ایسی کاری لگی کہ وہ چور چور ہو گیا۔

ابھی اس واقعہ کو پچیس برس بھی نہیں گذرے ہوں گے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ دکھایا گیا تھا بالکل سچ نکلا۔ روم اور ایران کی سلطنتیں اس وقت تمام دنیا کی سلطنتوں میں سب سے زیادہ طاقتور تھیں۔ ان پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ وہ شرارے جو پتھر سے نکلے تھے دراصل ایمان کی قوت اور حرارت کے شرارے تھے جن کی بدولت مسلمانوں نے آدھی دنیا کو فتح کر لیا تھا۔ یہ تھے ایمان کی قوت کے شرارے۔

انصاف پسند بادشاہ

سلجوقی سلطنت کا ایک نامور بادشاہ سلطان ملک شاہ نامی ہوا ہے۔ ایک دفعہ اصفہان کے جنگل میں شکار کو نکلا۔ ایک گاؤں کے پاس سے گذر رہا تھا کہ شاہی آدمیوں کو بھوک لگی۔ ایک غریب بڑھیا کی گائے بندھی بندھی تھی جس کے دودھ سے بڑھیا کے تین بچے پلتے تھے۔ انہوں نے اس کو ذبح کیا اور خوب کباب بناکر کھائے۔ بڑھیا روتی پیٹتی آئی مگر کسی نے پروا نہ کی۔ دل میں کہنے لگی — بادشاہ سے کیوں فریاد نہ کروں۔

ایک روز خبر ملی کہ بادشاہ نہر کے پل پر سے گذرے گا۔ وہ وہاں جاکر کھڑی ہو گئی۔ بادشاہ کی سواری وہاں پہنچی تو بڑھیا نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی لگام تھام لی اور کہنے لگی۔ بادشاہ سلامت! میرا انصاف نہر کے اس پل پر کروگے یا پلصراط پر۔ بادشاہ کے ہمراہی بڑھیا کی جرأت دیکھ کر حیران رہ گئے اور بڑھیا کو وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن بادشاہ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور کہنے لگا یہیں انصاف کروں گا۔

بڑھیا نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ کو بہت افسوس ہوا۔ جن لوگوں کا قصور تھا ان کو سزا دی گئی اور بڑھیا کو ایک گائے کے عوض ستر گائیں عطا کیں۔ بڑھیا بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی۔ اے بادشاہ! تو نے میرے ساتھ انصاف کیا۔ خدا اس کا بدلہ تجھے دے گا۔

مقامِ شہید

تابش۔ شجاع آبادی

اپنے لہو میں آپ نہائے تو عید ہے
ہر سطح سے بلند مقامِ شہید ہے

جو بھی لہو کی بوند گری ہے جہاد میں
روزِ جزا وہ بابِ جناں کی کلید ہے

دُور از نگاہ صرف نہیں منزلِ شہید
وہم و خیال کی بھی حدوں سے بعید ہے

اک اک نگاہ اُس کی موجِ نسیمِ خلد
ہر سانس میں شرابِ جناں کی کشید ہے

اللہ رے سرزمینِ شہادت کی منزلیں
ہر ذرہ آفتابِ جہانِ امید ہے

ایسے مقام پر ہیں یہ ملت کے جاں نثار
دنیا میں جس کی دید نہ جس کی شنید ہے

جو حق پہ جان دے گئے ان کی لہو کی دھار
ملکِ ابد کا پرچمِ صبحِ سعید ہے

راہِ وفا کھلی ہے شہادت کے واسطے
ہر کاروانِ قوم یہاں مستفید ہے

ہے انبیاءِ پاک کی میت پہ غسل فرض
جو غسل سے بری ہے وہ نعشِ شہید ہے

ماحول عطر بیز ہے میدانِ حشر کا
پھیلی ہوئی وہ نکہتِ خونِ شہید ہے

تابشؔ وفا میں یہ روشِ جاں سپردگی
خوشنودی و رضائے خدا کی نوید ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

نگران اعلیٰ محمد عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم

(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ۲ ... ۱۰ سو صفحات کی مدنی نماز ... مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری D.D.9-2-7669/39 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء ... ار مارچ ۱۹۶۷ء

قرآن عزیز

بہ تجزیۂ جدیدہ

دیدہ زیب — رنگین

عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنتِ شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلد قسم اول	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
	۱۲/- روپے	۹/- روپے

محصولڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔

فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔

وی۔ پی نہ بھیجا جائے گا۔

تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

المعلن ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

قرآن مجید

سندھی ترجمہ

شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیٰ حضرت مولانا و سیدنا تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہٗ

رعائتی ہدیہ: فی جلد ۵/۵۰، ڈاک خرچ: ۱/۵۰

کل ۷/- روپے پیشگی بھیج کر طلب فرمائیں۔

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا